منگول اور اُن کا سردار

رئیس احمد جعفری ندوی

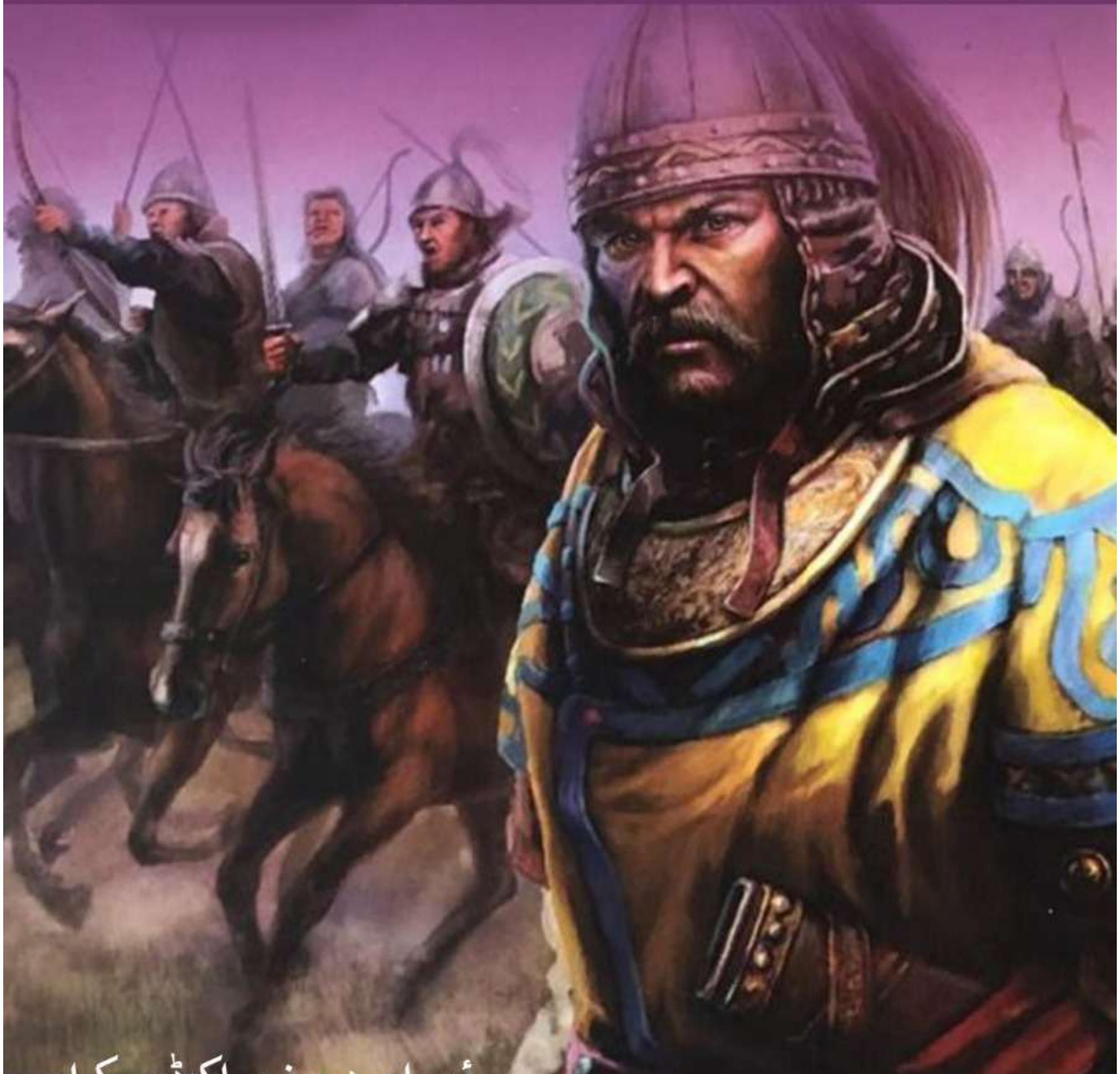

رئیس احمد جعفری اکیڈمی کراچی

This is an authorized Urdu translation of GENGHIS KHAN AND THE MONGOL HORDE by Harold Lamb. Copyright 1954 by Harold Lamb Published by Random House, Inc. New York.

FIRS EDITION

Printed in Pakistan

طبع اوّل	جولائی ۱۹۶۷ء
تعداد	۱۱۰۰
طابع	ایس - ایم - خاں
مطبع	عالمگیر الیکٹرک پریس لاہور
قیمت	[redacted]

ناشر

باشتراک

مؤسسۂ مطبوعاتِ فرینکلن لاہور — نیویارک۔

(۱)

زیرِ سایۂ بادِ شمال

گھوڑے کے کان سے سر نکالے کاٹھی پر چٹان کی طرح جمے باپ آگے آگے بیٹا پیچھے پیچھے کسی اسپِ گم شدہ کی جستجو میں رواں دواں جا رہے تھے اور کبھی کبھی افقِ تیرہ پر نگاہ بھی ڈال لیتے۔

ہر چہار طرف گندے نالے اور دُوجے گھاس کے رنگ سے مطابقت رکھتا ہُوا زرد فام منظر۔ افقِ غبارِ تیرہ و تاریک سے کالے جیسے پھولے جھکڑ فضا میں منتشر کئے ہوئے تھے۔ پسرِ نو سالہ اور اس کا سن رسیدہ باپ اس حقیقت کو سمجھتے تھے کہ اسپِ گم شدہ ہوا کے رُخ پر کہیں سرگشت کر رہا ہے۔ شمالی برفستان سے آنے والی بادِ سرد اتنی شدید تھی کہ دشنہ دار پوستین کو چیرتی ہوئی کلیجہ کے پار ہوئی جاتی تھی۔

بیٹے کا نام تموجین تھا جس کے معنی ہیں آہن، جو سرما کی شدت کا اتنا عادی تھا کہ ذرا بھی موسم کی اس شدت سے خائف یا پریشان نہ تھا۔ اس

کی پوستینی کلاہ گرد پوش سر اور گردن کو ڈھانپے ہوئی تھی - اس کی چرمی شلوار نمدے کے جوتے سے چپکی ہوئی تھی گھوڑے کے ایال کے بال کٹے ہوئے تھے کہ یہ تار کے سے نوکیلے بال اس کی آنکھوں میں نہ چبھیں - اپنے چہرہ کو اس نے چرب کر لیا تھا کہ اس کی سرمازدہ کھال باد سرد کی خشونت سے محفوظ رہے -

خاکستری رنگ کی کوئی چیز اس کے پاس سے گزر گئی - اس نے اپنی آنکھیں اس پر گاڑ دیں - یہ ایک خاردار جھاڑی تھی جسے باد شمال اپنی جگہ سے اکھاڑ کر اس دشت ہولناک تک کھینچ لائی تھی -

یہ نو برس کا بچہ اتنا تجربہ کار تھا کہ بخوبی جانتا تھا اُس کا باپ چراگاہ میں جو زیادہ دور نہ تھی دشمنوں سے بالکل قریب ہے - اس کا باپ ایک مرد جنگجو تھا - اور سواران صحرا نشین کے ایک قبیلہ کا سردار تھا -

یہ کوئی بڑا قبیلہ نہ تھا مگر اس کا نام "یکہ مگول" یعنی مغل بزرگ تھا - اس قبیلہ کے امراء و سردار اتنے تونگر نہ تھے جتنے مغرور - ان کی دولت فخر و غرور پر مشتمل تھی نہ کہ زر اور آہنی اسلحہ پر - تموجین کا زیادہ وقت گھوڑے کی کاٹھی پر گزرتا تھا - جب مردان قبیلہ شکار یا غارت گری کے لئے باہر جاتے تو یہ گلہ بانی کرتا - کبھی کبھی چھوٹے بھائیوں کے ساتھ چھوٹے جانوروں سمور یا روباہ سیاہ وغیرہ کا شکار کرتا - قبیلہ کے لوگ ان جانوروں کا گوشت کھا لیتے اور کھال محفوظ کر لیتے -

قبیلے کے چابک سواروں کا ایک کھیل یہ بھی تھا کہ گھڑ دوڑ میں حصہ لیتے ۔
دس دس میل تک مقابلتہ تیز روی کرتے ہوئے نکل جاتے، پھر واپس آجاتے۔
یہ لوگ کشتیاں بھی لڑتے جس میں بعض وقت کسی کسی کی ہڈیاں پسلیاں تک ٹوٹ
جاتیں ۔جب یہ بہت سے پرندوں کا شکار کر لیتے تو جتنا گوشت کھایا جا سکتا
کھا لیتے ۔تاکہ کئی کئی روز تک نہ کھا کر بھی کام چلا سکیں ۔

، تموجین تین یا چار دن تک بغیر کچھ کھائے گزارا کر سکتا تھا اور جب تک
دوبارہ غذا نہ ملتی بھوک کی شدت اور مصیبت برداشت کرتا ۔ کبھی بھوک

سے زیادہ بیتاب ہوتا تو ایسا کرتا کہ جانورے کر اپنے گھوڑے کی شریان کاٹتا اور اس سے ابلتا ہوا خون پی لیتا۔ پھر رگ کا منہ بند کر دیتا۔ اور چل دیتا

ناگاہ تموجین کو اس خشک اور ریتلی زمین پر گوسفندوں کے کمزور نشان پا نظر آئے۔ باپ نے بھی یہ بات تاڑ لی۔ دونوں نے ان کی تلاش میں مُنہ بدل لیا۔ تموجین کچھ دیر متامل رہا۔ پھر اس نے کہا۔

" یہ ہمارا گلہ تو نہیں ہے۔ یہ بادِ شمال کی آمد سے پہلے ہی سے یہاں چر رہا ہے۔"

"(میں جانتا ہوں۔)" باپ نے جواب دیا۔ ہمارا گھوڑا یقیناً یقیناً اس گلے کے ساتھ موجود تھا۔ اور بادِ شمال شروع ہونے کے بعد پناہ میں چلا گیا۔"

تموجین کا اس بات سے اطمینان نہ ہوا لیکن باپ ایک فیصلہ کر چکا تھا لہٰذا اس کے لئے یارائے اختلاف بھی نہ تھا۔ قبیلے کے سردار کی اطاعت اس پر فرض تھی۔ اس خشک میدان میں وہ سوار جو باہم تعاون نہ کریں موت یا حوادث شوم کے شکار ہو جایا کرتے تھے۔

ذرا دیر کے بعد ان دونوں نے گوسفندوں کے گلے کو دیکھا کہ دُم سے دُم ملائے اور سر جوڑے ایک چٹان سے لگا ہوا ہے اور وہ اسپ گم شدہ بھی جو اپنے سفید داغ کے باعث بآسانی شناخت کیا جا سکتا تھا۔ گلے کے بیچوں بیچ موجود

ہے۔

گلّے سے دور ے خیمے گنبد کی شکل کے غبار کے درمیان نمایاں نظر آ رہے تھے۔ ان کے پیچھے بڑی بڑی خالی گاڑیاں تھیں جن سے یہ خیمے اتار کر زمین پر نصب کیے گئے تھے۔

تموجین کا باپ کچھ دیر تک ان خیموں سے بندھے ہوئے گھوڑوں کو گھورتا رہا پھر گھوڑے سے اتر پڑا اور پیادہ آگے بڑھا۔ یہ اجنبی اور بیگانہ لوگ تھے، دشمن نہ تھے۔

اب شام کی تاریکی پھیل چکی تھی۔ یہ دونوں مشعل سوار جلتی ہوئی آگ کے کنارے بٹھائے گئے۔ انھیں سردارِ لشکر کے دستِ راست کی طرف بٹھایا گیا جو اعزاز و اکرام کی علامت ہے۔ خواتین نے کھانا لا کر مہمانوں کے سامنے زمین پر رکھ دیا۔ میزبان نے کہا "افسوس ہم آپ کی پرتکلف دعوت نہ کر سکے۔" مہمان یعنی تموجین کے باپ نے جواب دیا۔ "اب کہ موسمِ زمستان ختم ہو رہا ہے، جو کچھ آپ نے پیش کیا ہے، یہ بھی بہت ہے۔"

ان عورتوں کے درمیان تموجین نے ایک سیاہ چشم، خوب صورت اور سحر طراز لڑکی دیکھی۔ وہ تیزی لیکن خاموشی سے اٹھ کر ایک فرش سرخ رنگ کو، جو کسی کارواں سے لوٹا گیا ہوگا، صاف کرنے لگی۔ پھر لڑکی نے ایک دیگچے سے ایک ہڈی نکالی اور اسے خیمے کی طرف لے گئی اور اسے ایک چوبی بت سے، جو

درمیان میں ٹنگ رہا تھا مس کیا ۔" ایک خاندانی مجت تھا ۔

اس کے بعد لڑکی نے وہ ہڈی پیر ویگچے میں ڈال دی ۔ اس کی آنکھوں میں خوشی ناچ رہی تھی ۔

خیرہ سالار نے دیکھا کہ تموجین کی آنکھیں اس کی لڑکی پر گڑی ہوئی ہیں ۔ اس نے باپ اور بیٹے پر ایک نگاہ ڈالی اور کہا

" میری لڑکی بہترین بیوی بننے کی پوری صلاحیت رکھتی ہے ۔"

تموجین نے ناگہاں سوال کیا ؛

" کیا میں اسے اپنی بیوی بنا سکتا ہوں ؟"

تموجین تندمزاج اور آتشیں مزاج تھا ۔ بہت جلد فیصلہ کرنے کا عادی تھا ۔

تموجین کے باپ نے لڑکی کو نگاہِ غلط انداز سے دیکھا اور سوال کیا ۔

" اس لڑکی کا نام کیا ہے ؟"

اسے بتایا گیا کہ اس کا نام بتائی BORTAY ہے ، جس کے معنی ہیں خاکستر چشم ۔

تموجین کے باپ نے کہا ۔

" لیکن لڑکی بہت کم عمر ہے ۔"

لیکن تموجین کو یقین تھا کہ باپ رضامند ہو چکا ہے ۔ اس نے کہا ،
" بڑی بھی تو ہوگی کبھی وقت "
جب برتائی نے سنا کہ اس کا نام زیرِ گفتگو آرہا ہے ۔ تو وہ اٹھ کر عورتوں میں چلی گئی اور وہیں بیٹھ گئی ۔ یہ اس بات کا ثبوت تھا کہ اس کی تربیت کتنی عمدہ ہوئی ہے ۔

خیر سالار نے کہا " ہاں میری بیٹی ابھی کم عمر ہے ۔ لیکن کتنی خوش لقا ہے یہ بھی تو دیکھیے "

وہ دل ہی دل میں بہت خوش تھا کہ اس کی لڑکی مغل سرداروں کی نگاہ میں چڑھ گئی ہے ۔

امیرِ مغلاں بزرگ کئی ہزار خیموں کا مالک تھا ۔ جو ہنگام کوچ اس کے پیچھے پیچھے چلتے ہوں گے ۔ یہ سوچ کر برتائی کے باپ نے توجین پر نگاہِ مسرت آمیز ڈالی اور اس کے باپ سے کہا ۔

" آپ کا یہ لڑکا چہرۂ روشن اور چشم درخشاں رکھتا ہے ۔ "

لڑکی اور لڑکے کے باپ رات کو دیر تک نہیں سوئے ۔ باتیں کرتے رہے اور شادی کے معاملات طے کرتے رہے ۔ آخر کافی بحث و گفتگو کے بعد طے پایا کہ تموجین کا باپ عروس کی قیمت چند سال کے اندر ، اتنے بہت سے گھوڑوں ، بیلوں اور بھیڑوں کی صورت میں ادا کر دے گا ۔ اگرچہ بات پختہ ہوگئی ، لیکن توقع کے

برخلاف اس پر عمل نہ ہو سکا۔

دوسرے دن طوفان باد ختم ہو گیا اور پدرِ تموجین اسپ خاکستری کو لے کر روانہ ہوا۔ اس امیر قبیلہ شوری کو راہ میں دوسرے قبائل سے بھی ملنا تھا۔ اس نے تموجین کو برتائی کے باپ کے پاس چھوڑ دیا کہ وہ اچھی طرح ان لوگوں سے مانوس ہو جائے۔

اس ہنگام میں کہ برف نشانِ راہ کو معدوم کر دیتا تھا اور مرغانِ وحشی یخ زدہ دریا سے دور بھاگ جاتے تھے۔ شاعرانِ آوارہ گرد مختلف اردوگاہوں میں سوار ہو کر پہنچ جاتے تھے۔ یہ بوڑھے لوگ ہوتے تھے، بعض بعض اندھے بھی۔ یہ نیاگان قبیلہ کی شاندار داستانیں اور اسلاف و اجداد کے کارنامے نغمہ شوق سے بیان کرتے اور زمزمہ آسائی ہیں بھی لگے رہتے۔

تموجین ان لوگوں کا کلام غور سے سنتا اور دماغ کے گوشہ خانہ میں محفوظ کر لیتا۔

تمام بادیہ نشینوں کی طرح وہ لکھنا پڑھنا بالکل نہیں جانتا تھا۔ اس نے اپنے دماغ میں ان راستوں کا نقشہ بنا رکھا تھا جو سطح مرتفع کی طرف یا عمدہ گیاہ کے رقبوں کی طرف جاتے تھے۔ موسم خواہ کتنا ہی سخت یا زمین کیسی ہی دلدلی ہو وہ گوبی کے دشتِ ناپیدا کنار میں برابر جہاں چاہتا پہنچ جاتا۔

ابھی وہ برتائی کے گھر میں مقیم تھا کہ ایک روز ایک آوارہ گرد نغمہ سرا

اور داستان گو اپنی بانسری بجاتے ہوئے پاس سے گزرا۔ اس نے امرائے چین میں سے ایک امیر کی داستان سنائی جس نے شہنشاہ "ختا" کو داڑھی سے پکڑ کر تخت سے کھینچ لیا تھا۔

داستان گو چلا گیا تو تموجین کو یہ بات کچھ عجیب سی معلوم ہوئی کہ آخر اس نے یہی داستان اسے کیوں سنائی۔ اس نے کبھی ان تجارتی کاروان ہائے شتربگ کو نہ دیکھا تھا۔ جو چِلِ PELIU جیسی شاہراہ شمال سے گزرتے ہوتے بہ سمت ختا در عظیم دیوار چین کی طرف جاتے رہتے تھے۔

یہ عظیم دیوار بہت عرصہ ہوا جب چینیوں نے بنائی تھی تاکہ سواران صحرانشین کی "تاخت وتاراج سے اپنی مملکت کو محفوظ رکھ سکیں۔ یہ چینی دور دست حملہ آور خیمہ نشینوں کو تاتار یا "جرب تن" کہا کرتے تھے۔

تموجین نے باپ سے سن رکھا تھا کہ ملک ختا کے لوگ اتنے تونگر ہیں کہ اینٹوں اور پتھروں کے مکان میں رہتے ہیں۔ اس نے یہ بھی کہا تھا کہ گوبی کے صحرانشین ختا کے سامراجی جبر واستبداد سے صرف اس لیے بچے ہوئے ہیں کہ وہ ایسے دور دراز علاقے میں رہتے ہیں جو شہنشاہان پس دیوار چین کے لئے کوئی جاذبیت نہیں رکھتا۔

"تموجین کے کانوں میں باپ کے الفاظ گونجنے لگے جو اس نے کسی وقت کہے تھے۔"

ہماری سرزمین تو حتیٰ کا سواں حصہ بھی نہیں ہے۔ ہماری توانائی اور بچے رہنے کا تنہا راز یہ ہے کہ ہم بادیہ نشین اور خانہ بدوش ہیں، ہم اپنے مخصوص طرزِ جنگ میں ماہر ہیں۔

جب بھی ہمیں موقعہ ملتا ہے تو ہم غارت گری کے ذریعہ اپنا مقصد حاصل کر لیتے ہیں اور جب موقعہ نہیں ہوتا کسی کنج میں چھپے رہتے ہیں۔ اگر ہم شہر نشین بن جائیں اور اپنے طور طریقے ترک کر دیں تو ہم بلاشبہ مصیبت کے بھنور میں پھنس جائیں گے۔

داستان گو نغمہ سرا کے گیت نے اس لڑکے کو باپ کے الفاظ یاد دلا دیے۔ اس اثنا میں ایک سوار آیا اور اس نے بتایا:۔

"امیر منگول (مغل)، دشمن کے ایک خیمہ میں بیمار پڑا ہے۔ شاید اسے زہر دیا گیا ہے۔"

تموچین یہ سنتے ہی اچک کر اپنے اسپ صبا رفتار پر بیٹھا اور بہ سرعت تمام باپ کے پاس روانہ ہو گیا۔ لیکن جب پہنچا تو باپ مر چکا تھا۔ اب وہاں رکنا بیکار تھا۔ باپ کی لاش گاڑی پر رکھی اور واپس چلا۔

خود اس کی اقامت گاہ کا اب یہ حال تھا کہ بہت سے جنگ آزما ساتھی آپس میں صلاح مشورہ کر کے جدا ہونے کا فیصلہ کر رہے تھے۔ ان کا کہنا تھا:۔

"وہ آب گاہ عمیق جس نے ہمیں سیر و شاداب رکھا تھا۔ اب خشک ہو چکی ہے، وہ مستحکم چٹان جس نے ہمیشہ ہماری حفاظت کی شکستہ ہو چکی ہے۔"

اب ہم ایک عورت اور اس کے بچوں کے پاس رہ کر کیا کریں ؟
چنانچہ گاڑیوں پر اپنا سامان بار کر کے وہ لوگ جو ہمیشہ سردار کے جانباز ساتھی ثابت ہوئے تھے، رخصت ہونے لگے۔ یہ لوگ اپنے آپ کو اور اپنے اہل خاندان کو ایک عورت اور اس کے ناتجربہ کار لڑکے تموجین کی سپردگی میں دیتے ہوئے ڈرتے تھے۔

تموجین کی ماں نے قبیلے کے اس بکھرے ہوئے شیرازے کو مجتمع رکھنے کی پوری کوشش کی۔ اس نے منگول خان (امیر) کے پرچم کو جو نو گائیوں کی دموں پر مشتمل تھا، ہاتھ میں لیا اور رو رو کر بچھڑنے والے ساتھیوں سے التجا کی مت جائیں۔ لیکن صرف چند لوگوں نے اس التجا پر کان دھرا باقی چل دیے۔

خان (امیر) کا بڑا لڑکا تموجین ہی تھا اور اب اس کو یہ فیصلہ کرنا تھا کہ اس خانوادے کو اب کیا کرنا چاہیے! کچھ عرصہ تک تو وہ غمزدہ بیٹھا سوگ مناتا رہا۔ خیمے میں اسپ سفید کی کھال بدستور رنگی ہوئی تھی جو خان کی نشستگاہ تھی۔

تموجین نے ماں سے کہا "میں خان کی جگہ لوں گا" اور افرادِ خاندان اپنی املاک اور گلے کے ساتھ حسبِ سابق دونوں دریاؤں کے قریب اقامت رکھیں گے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ مرحوم خان کے دشمنوں کے دفاع و مقابلے کی کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی جائے گی —— جو یقیناً جذبۂ دشمنی سے مخمور ہو کر خان کا گھر اجاڑنے کے لیے لڑنے آئیں گے۔ آتے ہی چل گئے۔

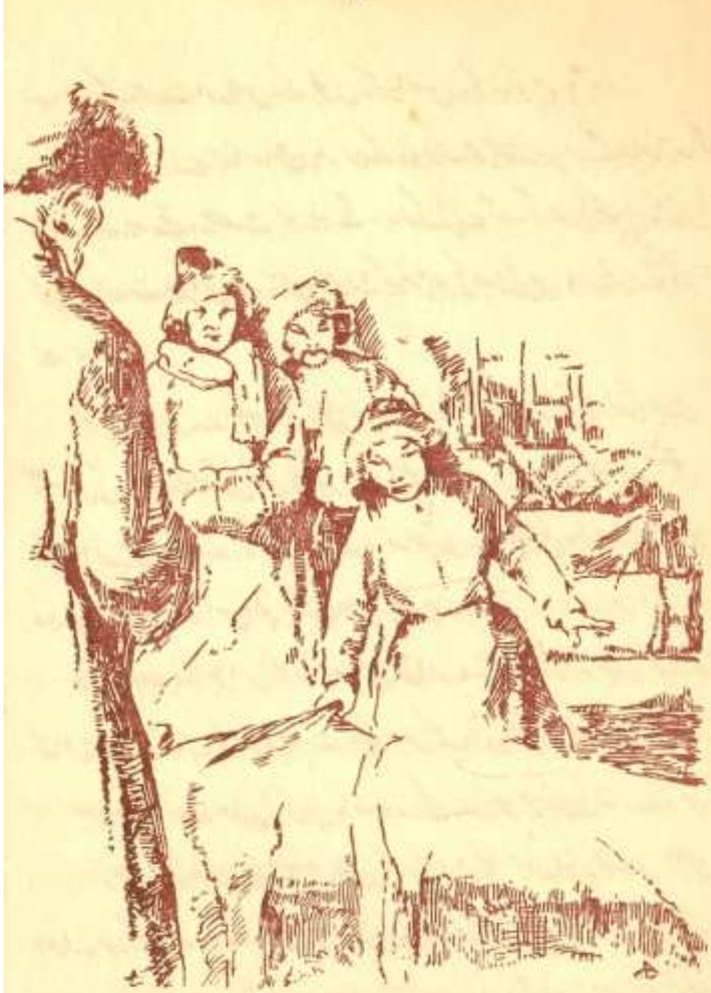

تموجین نے واپسی پر اپنے باپ کو مرا ہوا پایا ۔

(۲)

شب خون

ایک رات کو دشمنوں کا ایک گروہ آہستہ آہستہ اُردو گاہِ تموجین کی طرف بڑھا۔ اس گروہ کے تمام لوگ سوار اور مسلح تھے۔ جب دشمن کا یہ ہراول دستہ اُردو گاہ تک پہنچ گیا تو وہ سواروں کے انتظار میں ٹھہر گیا تاکہ ان کے آتے ہی حملہ کا آغاز کر دیا جائے۔

یہ حملہ آور ایک پڑوسی قبیلے سے تعلق رکھتے تھے جو تاجوت "TAJUTGI" کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ ان لوگوں کا مقصد یہ تھا کہ اس وسیع چراگاہ پر قبضہ کر لیں جو تموجین کے باپ کی ملکیت تھی۔ جہاں کی گھاس ندیوں سے اور پگھلے ہوئے برف سے سیراب ہوتی تھی۔ جہاں درختوں سے ڈھکی ہوئی جھاڑیاں تھیں اور بے شمار شکار تھا۔

جس وقت چند سوارانِ "تاجوت" بیرونی گلے کا محاصرہ کر چکے تھے، ان کی بڑی تعداد شیر کی طرح سیدھی تموجین کے خیمہ کی طرف لپکی۔ یہ خیمہ رئیس قبیلہ کے پرچم کے باعث شخص اور ممتاز تھا۔ جب کہ تموجین ان گیا ہستانوں کو اپنی ملکیت سمجھ رہا تھا، "تاجوت" اسے قتل کرنے یا گرفتار کر لینے کی تدبیر مکمل کر چکے تھے۔

"تاجوت" سواروں نے بد قسمت مغلوں کے خیموں پر تیر اندازی شروع کر دی۔ اس قبیل کے سوارانِ بادیہ نشین کمزور اور ضعیف کے ساتھ رحم یا نرمی کا برتاؤ کرنے کے عادی نہ تھے۔

تموجین اپنے خیمے میں گہری نیند سو رہا تھا۔ یہ خیمہ سخت قسم کے بالوں سے بنایا گیا تھا اور چند لکڑیوں کے سہارے کھڑا کیا گیا تھا۔ خیمہ کا بیرونی حصہ چونے سے سفید کر دیا گیا تھا۔ خیمہ میں صرف ایک روشن دان تھا کہ دھواں باہر نکل سکے اور ایک دروازہ سورج کے رخ پر تھا۔ تموجین جلدی سے باہر نکلا، اپنے بھائی بہنوں کو لے کر اصطبل میں پہنچا جہاں زین کسے ہوئے گھوڑے موجود تھے۔ تموجین اپنے قرمزی رنگ کے گیسوؤں اور بلند و بالا شانے اور کمان کے لحاظ سے جملہ اطفالِ خاندان میں ممتاز تھا۔ اس کی آنکھیں سبز رنگ کی تھیں۔ روشن اور پرکشش۔ وہ بلی کی طرح تاریکی میں چلنے کا عادی تھا۔ گو لاغر اندام تھا لیکن اپنے مضبوط سے مضبوط ہم عمر کو ایک اشارے میں اٹھا کر پٹخ سکتا تھا۔ وہ ہر

کی طرح چیات دچالاک تھا۔

تموجین کے ایک بھائی نے جوکہ بڑا اچھا تیرانداز تھا اور "کمان کش" کے نام سے پکارا جاتا تھا وہیں جم کر دشمن سے لڑنا چاہا لیکن تموجین نے تمام بھائیوں کو راہِ فرار اختیار کرنے پر مجبور کر دیا۔ صرف اس کی ماں نہ بھاگ سکی۔ چند مغل جنگ جو بھی اس کے ساتھ از راہِ وفاداری رہ گئے تھے، بھاگ کھڑے ہوئے۔ ان کے گلّے ہاتھ سے نکل گئے۔ اب ان کے لئے کوئی امید نہیں رہ گئی تھی۔

سوارانِ "تاجوت" نے ان خورد سالوں کے تعاقب میں جلد بازی سے کام نہیں لیا۔ ہاں کوئی گھوڑا اس طرح بھاگا ہوتا تو اس کے لئے وہ کئی دن بھی تعاقب جاری رکھتے۔ چونکہ تموجین اسپِ تازہ دم سے محروم تھا۔ لہٰذا اس کا تعاقب صبح تک کے لئے ملتوی کیا جا سکتا تھا۔

تموجین اور اس کے بھائی ایک "تربیب" کے درے میں جاکر چھپ رہے۔ یہ اتنے اچھے سوار تھے جتنا ایک ہوشیار رچابک سوار ہو سکتا ہے کیونکہ بچپنے ہی سے انھیں گوسفندوں کی سواری کرنے کی مشق تھی۔ لگام کی بجائے ان کے بال پکڑ لیتے اور ہنکاتے رہتے۔ صیدِ ماہی اور شکارِ حیوانات میں بھی طاق تھے۔ پناہ گاہ میں تموجین نے فرمان صادر کیا کہ سامنے کا درخت کاٹ کر راستہ پر ڈال دیا جائے تاکہ تعاقب کرنے والوں کا راستہ رُک جائے اور گھوڑے آرام کر لیں۔ اس وقت تک "تاجوت" بہت قریب آچکے تھے۔

صبح دم برادران وخواہران تموجین ایک دوسرے سے جدا ہو گئے - سب سے
چھوٹا بھائی بہنوں کے ساتھ ایک غار میں چھپ گیا ۔ کمان کش ایک راستے
پہ ہولیا اور تموجین دوسرے پر ——— بلند ترین پہاڑ کی طرف - اس
پہاڑ کا نام "کوہ قدرت" ——— MOUNTAIN OF POWER
تھا -

یہاں تو متعاقب کرنے والوں کی زد سے تموجین کئی دن تک امن میں رہا -
لیکن شدتِ گرسنگی نے تموجین کو مجبور کر دیا کہ وہ دزدانہ سردارِ "تاجوت" کی آنکھ
بچا کر نکلنے کی کوشش کرے - اس نے اپنے گھوڑے کی لگام سنبھالی اور پہاڑ کے
جنگل سے جہاں وہ چھپا ہوا تھا نمودار ہوا - سردارِ "تاجوت" نے اسے دیکھ لیا
اور گرفتار کر لیا - اس اندیشہ سے کہ یہ بھاگ نہ جائے اس کی مشکیں کس دیں اور
ایک چوبی پھندا شانے سے گلے تک ڈال دیا ، اور بالائی سوراخوں میں پیچ
پھنسا دیئے -

لیکن تموجین پھر بھی فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا - "تاجوت" لوٹے ہوئے
گلوں کو اپنے دیہات کی طرف ہانکے لیے جا رہے تھے - ایک رات انھوں نے دعوت
منائی اور قیدی کو ایک نگہبان کے سپرد کر دیا - جب رات کی تاریکی پھیلی تو
تموجین نے وہی پھندا جس سے وہ کسا ہوا تھا اپنے جنگجو نگہبان کے سر پر دے
مارا - تھوڑی دُور چلنے کے بعد وہ ایک بیشے تک پہنچ گیا جو نورِ ماہ سے منوّر اور

روشن ہو رہا تھا۔

تموجین بڑی پھرتی سے بیشے کے اندر داخل ہو گیا۔ پھر اس دریا کی طرف بڑھا جسے تاجوت ابھی کل پار کر کے آئے تھے۔ گلے کا پھندا ایک مصیبت بنا ہوا تھا۔ ساتھ ہی ساتھ کانوں میں "تاجوت" سواروں کی آوازیں بھی آنے لگیں جو تعاقب میں آ رہے تھے۔ اب وہ اور تیزی سے دوڑنے لگا۔ آخر وہ دریا تک پہنچ گیا، اور اس میں کود پڑا اور تیرنے لگا۔ صرف اُس کا سر پانی سے باہر تھا۔

"تاجوت" سواروں نے کنارِ دریا اسے تلاش کرنا شروع کیا۔ ایک نے اسے دیکھ بھی لیا۔ لیکن وہ و بدستے ہی میں رہا۔ اس نے کچھ سنا نہیں، اور چلا گیا۔

پھندے میں پھنسا ہوا وہ سخت تکلیف اور گھٹن محسوس کر رہا تھا۔ جب "تاجوت" اس خیال سے کہ دن میں تلاش کریں گے واپس چلے گئے، تموجین نے ایک خطرناک فیصلہ کر لیا۔ اپنی پناہ گاہ سے باہر نکل کر وہ "تاجوت" سواروں کے پیچھے پیچھے چلا اور رینگتا ہوا اسی سوار کے خیمے میں پہنچا جس نے اسے دیکھ لیا تھا اور کچھ کہا نہیں تھا۔ اتفاق کی بات یہ شخص "تاجوت" نہیں تھا اور راہ چلتے ان لوگوں کے ساتھ ہو گیا تھا۔ تموجین جب رینگتا ہوا خیمے میں داخل ہوا تو یہ شخص بہت خوفزدہ ہو گیا۔ ساتھ ہی ساتھ اس جیالے لڑکے پر اسے

اُونی جُوا اَب بھی لڑکے کے کندھوں پر تھا

رحم بھی آگیا اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی سوچا کہ نہ جانے یہ کون بلا ہے، اس سے دُور ہی رہنا چاہیئے۔

چنانچہ اس اجنبی شخص نے وہ چوبی پھندا اس کی گردن اور شانوں سے نکالا اور اسے ٹکڑے ٹکڑے کرکے جلا دیا۔ پھر اس نے غوچین کو ایک گاڑی میں جس پر اون لدا ہوا تھا چھپا لیا۔

صبح ہوئی تو تاجوت سوار اسے تلاش نہ کر سکنے پر آتش زیر پا ہو گئے۔

انہوں نے اپنے نیزوں کو دفورسرہمی کے باعث ان کے گھٹنوں میں بھی چبھونا شروع کیا۔ ایک نیزے کی نوک نے تموجین کے پاؤں کو مجروح کر دیا، لیکن اس نے اُف بھی نہ کی۔

رات کو اس سوار نے جس نے تموجین کو گاڑی میں چھپایا تھا، اسے باہر نکالا اور کہا:

" اگر ان لوگوں نے تجھے پا لیا تو مجھے بالود کر کے دم لیں گے۔ فوراً اپنے بھائیوں اور ماں کے پاس بھاگ جاؤ" پھر اس نے تموجین کو تھوڑی سی خوراک، کچھ شیر ترش، ایک کمان اور دو تیر دے کر رخصت کر دیا۔ تموجین باہر نکلا۔ ایک گھوڑے پر قبضہ کیا اور اپنے مرغزار کی طرف روانہ ہو گیا۔ دن کو چھپتا اور رات کو چلتا۔ آخر کار اپنے خاندان تک پہنچ گیا۔ تمام افراد در اصل میں اب جو کچھ باقی رہ گیا تھا۔ وہ چند لٹوسس اور نو گھنڈوں سے زیادہ نہ تھا۔

تموجین کے لیے یہ آسان تھا کہ اپنے افرادِ خاندان کو لے کر اس گیا ہستان سے نکل جائے اور کوہ قدرت کے دامن میں کہیں ٹھکانہ بنا لے۔ یا اپنے باپ کے دوستوں میں سے کسی سر آوردہ شخص کے یہاں چلا جائے اور رہ پڑے۔ لیکن نہ اس نے یہ کیا، نہ وہ۔ اس نے طے کر لیا کہ اپنی سرزمین کے مرغزاروں ہی میں پناہ گزین رہے گا۔

اس نے کہا:

"فقیروں کی طرح خالی ہاتھ کسی کے پاس جانے سے صرف ذلت مل سکتی ہے عزت نہیں۔"

چنانچہ وہ ٹھہر گیا۔ کئی سال تک اس کی گذر بسر صیدِ ماہی اور شکارِ حیوانات پر رہی۔ ایک گوسفند تک بھی دسترس نہ ہو سکی۔ یہ خالی جوان عمر اُن جنگ آزماؤں کے پاس گیا جو اس کے باپ کے ساتھی رہ چکے تھے، اور ان سے وہ ٹیکس مانگا جو دیا کرتے تھے یعنی ایک اونٹ، ایک بیل اور ایک گوسفند اور ایک گھوڑا۔ لیکن ان لوگوں نے اس شخص کو یہ ٹیکس دینے سے انکار کر دیا جو خود اپنے دناع پر قادر نہ تھا، پھر بھلا ان کی دستگیری کیا کر سکتا تھا۔

لیکن تموجین کو اصرار تھا کہ وہ ان کا "خان" ہے

اسی اثنا میں اس کے آٹھ گھوڑے چوری ہو گئے۔

(۳)

چوروں کا تعاقب

تموجین کے گھوڑے تاجوُت لٹیروں نے چرائے تھے۔ وہ ان کا تعاقب پاپیادہ نہیں کر سکتا تھا۔ اسے اس وقت تک انتظار کرنا پڑا جب تک اس کا ایک بھائی اپنی تھکی ہوئی مادیان پر شکار کرکے واپس نہ آگیا۔

تموجین کے بھائی کو جب معلوم ہوا گھوڑے چور چرا لے گئے، اس نے کہا:

"ہم اس ماریان پہ چڑھ کر چوروں کا تعاقب کریں گے" تموجین نے اعتراض کیا۔

"تم ایسا نہیں کر سکتے۔"

تموجین کے اس ہونہار بھائی "کمان کش" نے وعدہ کیا:

"میں ان کا تعاقب کروں گا اور انہیں ڈھونڈ نکالوں گا۔"

لیکن تموجین کا اعتراض قائم تھا، اس نے کہا،

"نہیں ———— تم انھیں واپس نہیں لا سکتے ———— یہ کام میں کروں گا ———"

چنانچہ وہ چوروں کے تعاقب میں تھکی ہوئی بادیاں پر چلا۔ اس کے پاس کمان کش کی کمان تھی۔ ایسے موقع پر (جیسا اس وقت تھا) جب سرخ مو تموجین خشمگیں ہوتا تو اس کے بھائی سمجھ جاتے۔ اب اس سے بحث و گفتگو بے کار ہے۔

اور تموجین کے دل میں یہ بات بیٹھ چکی تھی کہ وہ اپنے گھوڑوں کو واپس لے لیگا۔ کیونکہ ان بادیہ نشینوں کی یہی پونجی تھی۔ نہ کوئی مکان تھا، نہ کوئی کھیت نہ روپیہ۔ یہ مجبور تھے کہ اس دشت میں رہیں اور زندگی جیسے تیسے گزاریں حد یہ ہے کہ ان کی غذا تک جو گوشت اور دودھ پر مشتمل تھی جانوروں کی رہین منت تھی۔ ان کے اون سے یہ خیمے تیار کرتے تھے جو انھیں بارش کے گزند سے محفوظ رکھتے تھے۔ اس اون سے یہ رسی اور کمند تیار کرتے تھے اور ان کے سینگوں سے اپنی کمانوں کو محکم کرتے تھے۔

گھوڑوں کے بغیر یہ بادیہ نشین نہ اپنے گلوں کی رکھوالی کر سکتے اور نہ برفباری یا بے آبی صحرا کے باعث سرعت سے نقل مکان کر سکتے تھے۔

تموجین اگرچہ تنہا تھا، پھر بھی یہ نوعمر لڑکا کئی دن تک چوروں کا

...... تعاقب کرتا رہا۔ لیکن چونکہ اس کی مادیان خستہ اور درماندہ تھی۔ وہ تاجوُت چوروں کو نہ پکڑ سکا، کیونکہ انھیں یہ سہولت حاصل تھی کہ جب چاہتے تازہ دم گھوڑے بدل لیتے اور سفر جاری رکھتے۔

تموجین نے اپنے ساتھ تھوڑا سا خشک گوشت لے لیا تھا جو زین اور پشتِ اسپ کے مابین رکھا تھا تاکہ نرم اور گرم رہے اور جب یہ ختم ہو گیا تو کھانے کے لئے کچھ بھی نہ رہ گیا۔

ایک روز طلوعِ آفتاب کے وقت تموجین نے دیکھا کہ اس کا ایک ہم عمر لڑکا کنارِ راہ ایک مادیان کا دودھ دوہ رہا ہے۔ اگرچہ وہ بھوک سے نڈھال ہو رہا تھا لیکن اس نے مانگنے کا عار گوارا نہیں کیا صرف اتنا پوچھا:

"تم نے آٹھ گھوڑوں کو تو نہیں دیکھا جنھیں چند سوار بھگائے لیے جا رہے ہیں؟"

لڑکے نے جواب دیا۔ "ہاں صبح صبح آٹھ گھوڑوں کو چند آدمی ہنکاتے ہوئے میرے قریب گذرے تو تھے۔ میں تمھیں وہ راستہ دکھا سکتا ہوں۔ جدھر سے وہ گزرے تھے۔"

پھر لڑکے نے تموجین پر ایک نگاہ غلط انداز ڈالی۔ اس کے بعد مشک دودھ سے بھر کر اسے گھاس کے اونچے سے ڈھیر میں چھپا دیا۔ بعد ازاں تموجین سے گویا ہوا۔

"تم تھکے ہوئے اور نڈھال معلوم ہوتے ہو۔ میرا نام برچو ہے - چلو میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔"

تموجین نے اپنے نئے دوست سے کہا:

"جہاں تک تعاقب کا تعلق ہے وہ تو کوئی مشکل کام نہیں۔ لیکن ان لٹیروں سے گھوڑوں کا چھین لانا ایسے شکارے مارد کا معاملہ ہے۔"

تموجین کی ان باتوں نے اس کے نئے دوست کے فیصلہ میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔ تموجین کی تھکی ہوئی بادیان چرنے میں مشغول ہو گئی اور برچو نے ایک سفید گھوڑے پہ زین کس، وہ گھوڑوں کے گلے ہی کی رکھوالی پر مامور تھا۔ تموجین اس گھوڑے پر بیٹھا اور برچو کے ساتھ چوروں کے تعاقب میں نکل کھڑا ہوا۔ بہت جلد یہ دونوں چوروں کے خیموں تک پہنچ گئے۔ پاس ہی وہ گھوڑے چر رہے تھے۔

دونوں نے مل کر جلدی سے گھوڑوں پر قبضہ کیا، اور چل پڑے۔ لیکن فوراً ہی چوروں نے تعاقب شروع کر دیا۔ ایک تاجوت سوار کمند ہاتھ میں لئے اور ایک سفید گھوڑے پر سوار بالکل قریب پہنچ گیا۔

برچو نے تموجین سے کمان مانگی کہ تاجوت پر تیر چلائے لیکن تموجین نے انکار کر دیا اور کہا:

"ممکن ہے تم زخمی ہو جاؤ۔ یہ کام میں خود ہی کروں گا۔"

اب شام کا جھٹپٹا شروع ہو گیا تھا۔ تاجوت سوار کمند کو اچھالتا ہوا قریب تر ہوتا جا رہا تھا۔ تموجین نے رُخ بدلا اور فوراً تیر کمان سے چھوڑ دیا۔ تاجوت سوار زمین پر گر پڑا۔ اس کے ساتھیوں نے یہ دیکھا تو لگامیں کھینچ لیں اور واپس چلے گئے۔

دونوں لڑکے تاریکیٔ شب میں برجو کی اردو گاہ کی طرف تیز تیز روانہ ہوئے۔ راستے میں برجو نے دودھ سے بھری ہوئی وہ مشک بھی لے لی جو اس نے چھپا دی تھی۔ اس نے وہ آٹھوں گھوڑے اپنے باپ کو دکھائے اور بتایا اس نے کیوں ان کا تعاقب کیا تھا۔ وہ کہنے لگا:

"جب میں نے تموجین کو مضطر اور نڈھال پایا، تو اس کے ساتھ ہو لیا۔"

برجو کا باپ جو خود بھی گھوڑوں کے ایک بہت بڑے ریوڑ کا مالک تھا غور سے بیٹے کی باتیں سنتا رہا اور سوچتا رہا۔ سلح اردو گاہ سے ان گھوڑوں کو سلامتی کے ساتھ چھین لانا کمال ہے۔ اس نے کہا:

"تم دونوں ابھی بچے ہو لیکن کوئی حرج نہیں ہے۔ دوست بن جاؤ اور ہمیشہ ایک دوسرے کے وفادار رہو۔"

اس گفتگو کے بعد اس نے تموجین کو کچھ کھانا اور ماڈیان کا دودھ زادِ راہ کے لئے دیں جسے لے کر تموجین نے کہا:

"اگر تمھاری مدد شاملِ حال نہ ہوتی تو میں ان گھوڑوں کو ہرگز واپس نہیں لے سکتا تھا۔"

پھر تموجین نے اپنے آٹھ گھوڑوں میں سے چار برچو کو بخش دیئے۔ لیکن برچو نے یہ پیش کش نہیں قبول کی، اس نے کہا:

"جو مدد میں نے تمھاری کی ہے اگر اس کا معاوضہ قبول کر لوں تو اپنے کو تمہارا دوست کس طرح کہہ سکوں گا؟"

چند روز بعد برچو اُردوگاہِ تموجین کی طرف روانہ ہُوا۔ تحفے کے طور پر روباہِ سیاہ کی فر اس کے اہلِ خاندان کے لئے لیتا گیا۔ اور موجین سے کہا:

"یہ تمھارا وفادار دوست ہمیشہ تمھارا جاں نثار رہے گا۔"

یہ لوگ لکھنے پڑھنے کے فن سے ناواقف تھے۔ لیکن جو بات منہ سے کہہ دیتے اسے یاد رکھتے اور اس پر قائم رہتے سرخ مو تموجین کا بھی یہی حال تھا۔ کبھی کبھی وہ خشمگین ہو جاتا۔ لیکن پوری فیاضی اور دریادلی کے ساتھ جو کچھ پاس ہوتا اس میں برچو کے سے یارانِ باوفا کو شریک رکھتا۔ اس نے اپنے ساتھیوں کو بتا دیا کہ میری بضاعت تو بس یہی ہے ———

چند پوستین، لباس و اسلحہ کے چوبی صندوق ———

بیگمی:

"ایک تاجر اس پونجی پر بھروسہ کرتا ہے جسے وہ فروخت کر کے نفع کماتا ہے۔ اور ہم لوگ صرف اپنی ہوشیاری اور قوت بازو پر بھروسہ رکھتے ہیں۔"

چند سال بعد کوہِ تدرت سے لے کر گوبی کے ریگ زار تک ہر جگہ یہی جملہ نوکِ زبان تھا۔

تموجین اور اس کے ساتھی روز بروز طاقت ور ہوتے جا رہے ہیں۔

یہ لوگ اپنے خیموں کو بڑی بڑی گاڑیوں پر لاد کر دشمنوں سے نجات پانے کے لیے جدھر چاہتے چلے جاتے۔

لیکن تموجین میں اب تک حفظ و دفاعِ دیگراں کی توانائی نہیں پیدا ہو پائی تھی۔ اگرچہ وہ بہ اصرار اپنے آپ کو خانِ مُغولانِ بزرگ" مانے جانے پر مصر تھا۔ وہ اب تک اپنے موروثی اور آبائی علاقے سے ظالموں کو نکال سکنے پر.... قادر نہیں ہوا تھا۔ ان حالات میں اس کے لوگ مجبور تھے کہ اس کے باپ کی گدی خالی قرار دیں۔ اور کسی سن رسیدہ شخص کو اپنا سردار یعنی" خان مغولان" منتخب کریں۔ لیکن اس کے جان نثار ساتھیوں نے اور خاص طور پر چو نے سوگند کھائی کہ وہ تموجین کے سوا کسی کی خدمت نہیں کریں گے۔

تموجین نے ہوشیاری اور چالاکی کے ساتھ نہ کہ قوت اور طاقت کے بل پر اپنے قبیلہ کی جان و مال پر اب تک کسی طرح سے آنچ نہیں آنے دی تھی۔ کیونکہ اس کے ساتھیوں کی تعداد بہت مختصر تھی۔ اس کے برعکس دوسرے بادیہ نشین قبائل کے پاس کہیں زیادہ قوت و شوکت تھی۔

تموجین جب ۱۷ سال کا ہوا تو اس نے پہلی بار باپ کے دوستوں کو اپنا اتحادی بنانے کی کوشش کی۔ وہ ایک دریوزہ گر کی طرح نہیں، بلکہ چابک سواروں کے گروہ کے سردار کی حیثیت سے ان کے پاس پہنچا۔

پہلا کام جو اس نے کیا، وہ اس لڑکی کا حاصل کرنا تھا جو باپ کی زندگی میں اس سے منسوب ہو چکی تھی۔ پہلی مرتبہ دیکھنے کے بعد اس نے اب تک برتائی کو نہیں دیکھا تھا۔

برتائی کی اردوگاہ میں اس کی ناگہانی آمد سے سب لوگ متحیر ہو گئے ——— تموجین کو ناگہانی اور تیز قسم کے سفر کی عادت سی پڑ گئی تھی۔

پر برتائی نے خان جوان کو دیکھتے ہی استقبال کیا اور کہا۔ جب میں نے سنا کہ تم کتنے زیادہ دشمنوں میں گھرے ہوئے ہو تو تمہارے زندہ رہنے کی آس ہی ٹوٹ گئی تھی۔

لیکن نہ صرف تموجین زندہ تھا بلکہ ایک سو مردانِ جنگی اس کے حلقۂ اطاعت میں شامل تھے جو پوستین کا نیم تن اور چرمی سینہ بند پہنے ہوئے تھے۔ نیزہ ان کے دوش پر تھا اور خرجی زین سے لٹک رہی تھی۔ یہ سب گرد میں اٹے ہوئے تھے اور بھوک سے بے قرار ہو رہے تھے لیکن شاش بشاش۔

پدرِ برتائی نے بڑی شاندار ضیافت کا اہتمام کیا۔ گھوڑوں اور گوسفندوں کو ذبح کیا۔ اور ان کا گوشت پکایا۔ سواروں تموجین نے آگ کے کنارے بیٹھ کر خوب سیر ہو کر کھایا۔ شیر آش اور شرابِ برنج کے جام چڑھائے اور اپنے کمانچوں کے آہنگ پر رقص شروع کر دیا۔

یہ جشن خوش اندام اور البڑ برتائی کے لئے ہی تھا۔ وہ کتنے سالوں سے تموجین کا انتظار کر رہی تھی اور اب ۱۸ سال کی ہو چکی تھی۔

قبیلہ کی عورتوں نے سفید اون کا جامہ عروسی برتائی کو پہنایا۔ اس کے گیسوئے مشکیں کو چاندی کے سکوں سے آراستہ کیا اور ابریشم کی کلاہِ خوش رنگ اس کے سر پہ رکھی۔

جشنِ عروسی کے بعد آبِ گوں ریشمی پٹکا برتائی کی کمر سے باندھا گیا پھر اسے ایک گھوڑے پر بٹھا دیا گیا۔ رسم کے مطابق دلہن کے بھائی اور بہنوں نے تموجین کا راستہ روکنے کی کوشش کی کہ دلہن تک نہ پہنچ سکے۔ اس کشمکش کو "عروس بری" کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا۔

لیکن تموجین کو بھلا کون روک سکتا تھا؟ وہ اس کشمکش سے کامیابی کے ساتھ عہدہ برآ ہوا اور برتائی کے پاس پہنچ گیا۔

برتائی کی خادمائیں پوستِ سمور کا چوغہ اپنے ہمراہ لائیں کہ وہ مادرِ داماد کی خدمت میں تحفہ کے طور پر پیش کیا جاتا تھا۔

تموجین اور برتائی شاداں و فرحاں ——— روانہ ہوئے اور منزلِ مقصود پر پہنچ گئے۔ ان میں سے کوئی بھی اپنے گیاہستان سے باہر نہیں نکلا تھا۔ ان کی جولان گاہ کوہِ قدرتِ خِنگانی تک محدود تھی۔ باہر کی دنیا کے بارے میں ان کی معلومات صرف گزرنے والے کارواں سالاروں نیز سرا داستان گویوں سے سنی ہوئی باتوں تک محدود تھیں۔

تموجین اور برتائی کی تو یہ کیفیت تھی لیکن ان دونوں کے تین بیٹوں نے دنیا کے بڑے حصے پر فرماں روائی کی۔

---

(۴)

جنگ ارابہ

برتائی گو ابھی نو عمر تھی مگر اسے تموبین کا گھر سنبھالنا پڑ گیا۔ وہ جلدی جلدی اپنے لمبے لمبے بالوں کی چوٹی گوندھ کر سر کے گرد لپیٹ لیتی اور کام کاج میں لگ جاتی۔ وہ خان کی بیوی تھی۔ یہ اس کے فرائض میں داخل تھا کہ شوہر کے تمام ساتھیوں کی خوراک و پوشاک کا انتظام اور اہتمام کرے اور انہیں کسی طرح کی تکلیف نہ ہونے دے۔ اس کی ساس نے شروع ہی میں بتا دیا تھا "خبردار کوئی بھوکا نہ رہنے پائے۔"

زنان قبیلہ کا ایک مشغلہ جانوروں کے اون اور بال سے کپڑا بننا تھا۔ یہ عورتیں جانوروں کی خشک لید سے چولہا بناتی تھیں۔ بچا کھچا کھانا بھی احتیاط سے رکھ چھوڑتیں۔ جب مردان قبیلہ شکار یا غارت گری کے

لئے باہر جاتے تو بچوں اور عورتوں پر حیوانات کی نگہبانی کی ذمہ داری
بھی ڈال جاتے ۔

مغولان بزرگ اور قبیلہ برنائی کا شمار سرفراز ترین قبائل صحرا میں ہوتا
تھا ۔ کیونکہ یہ گیاہستان کے باشندے تھے اور گھوڑوں کے مالک تھے ۔ ان
کے بعد عزت ان کے لئے تھی جو گائے کے ریوڑوں کے مالک تھے ۔ پھر
گلہ ہائے گوسفند کے مالکوں کی باری آتی تھی ۔ اس کے بعد صیادوں کا مرتبہ تھا ۔
سب کے آخر میں ان لوگوں کا شمار ہوتا تھا جو شمال کے علاقے میں برفانی جہنم
سر کرتے تھے ۔ ان میں پست ترین طبقہ وہ تھا جو کاشتکاری کر کے روزی کماتا
تھا ۔ لیکن صحرائی علاقوں میں کاشتکاری کرنے والے لوگ تھے ہی
کتنے !

برنائی اور قبیلہ کی دوسری عورتوں نے دریا کے کنارے کی زمین پر
تھوڑی سی گندم کی کاشت کی ۔ کیونکہ انہیں یہ بھی تو معلوم نہیں تھا کہ
آیا فصل کاٹنے کے وقت تک یہاں قیام رہ سکے گا یا نہیں ۔ جب کبھی
خشک سال کا زمانہ آتا اور گھاس سوکھ جاتی تو تموجین اور یاران تجربہ کار
"ٹکٹکی لگائے آسمان کی طرف کئی کئی دن دیکھتے رہتے" تاکہ معلوم کر سکیں کہ
کہاں جانوروں کے لئے تازہ گھاس مل سکے گی ؟

چنانچہ کسی دن بھی یہ ممکن تھا کہ ان خواتین سے کہا جائے کہ سامان باندھو

اور چلو۔ چلتے وقت تمام اثاثہ چرمی رخت دان میں رکھ دیا جاتا یا کمبل میں لپیٹ کر گٹھڑی کی صورت میں باندھ دیا جاتا تھا۔ پھر یہ تمام چیزیں جانوروں کی پیٹھ پر لاد کر یا ایک لمبی سی گاڑی پیچھے جسے بیل کھینچتے تھے رکھ دی جاتیں۔

ہنگام کوچ یہ تسوجین کی ذمہ داری تھی کہ جانوروں کے چارے اور ہزار سالہ ساتھیوں کی خوراک کا پورا پورا بندوبست رکھے۔ اسے راحت کا ایک لمحہ بھی میسر نہ آتا۔ کیونکہ وہ اپنے ساتھیوں میں سے ہر ایک کی سلامتی جان و مال کا ذمہ دار تھا۔

گیا مہستان کے علاقے میں سب سے زیادہ خطرناک اور اذیت رساں وہ وقت ہوتا تھا جب باد شمال کے جھکڑ یخ بستہ دریائے بائیکول ([illegible]) کی طرف سے آتے تھے۔

جو لوگ باد شمال کی زد میں آتے تھے، کوشش کرتے تھے کہ اپنی مرکے نیچے کسی تودۂ برف کے قریب چھپ کر پناہ حاصل کریں۔ کیونکہ اس طرح ہوا کا زور کم ہو جاتا تھا۔ ایک رات تسوجین اسی طرح بیٹھا ہوا تھا کہ اس نے دیکھا اس کے دو جانباز ایک پتھری چادر لیے کھڑے ہیں۔ تاکہ وہ گزندِ باد سے محفوظ رہے۔

تھوڑی دیر کے بعد تسوجین نے اپنے ساتھی سے کہا۔ "میں یہ بات

ہمیشہ یاد رکھوں گا کہ تم میرے دو جاں بازوں نے کس طرح بادِ مرگ آفریں سے مجھے محفوظ رکھا ؟

پھر جب طوفان ختم ہوا اور تموجین اپنی اردو گاہ میں پہنچا تو ایک جسم بے جان کی طرح چولہے کے پاس گر گیا اور گرمی پا کر اس طرح سویا جیسے خوابِ مرگ میں مبتلا ہو گیا ہو۔ یہ منظر دیکھ کر بہ تائی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ اس کے گریہ نے اسے بیدار کر دیا۔ وہ چولہے کے کنارے بیٹھی تھی اور رو رو کر کہہ رہی تھی :

"اگر تم مر جاتے تو میرا اور چھوٹے چھوٹے بچوں کا انجام کیا ہوتا ؟"

لیکن ہوا یہ کہ تموجین زندہ رہا اور بہ تائی ہاتھ سے نکل گئی۔

مرکیٹ۔ (MIRKITS) وحشی لوگ تھے اور شمال کے برفانی علاقے میں زندگی بسر کرتے تھے، تموجین کے خاندان سے دیرینہ دشمنی رکھتے تھے۔ یہ قبیلہ اس علاقے میں جو دشتِ یخ کے نام سے موسوم تھا۔ سموردار جانوروں کا شکار کیا کرتے تھے۔ موسم سرما میں یہ لوگ برفانی ہرن (REINDEER) سے بے پہیوں کی برف گاڑی ——— SLEDGE کھینچنے کا کام لیا کرتے تھے اور اسی میں برفانی علاقوں کا سفر کیا کرتے تھے۔

ایک موسم سرما میں ان وحشیوں نے جنوب کے گیاہستان میں آکر اقامت اختیار کر لی۔ یہاں آکر انہیں منگول اردو گاہ کی جستجو ہوئی۔ رات کو انہوں

نے محاصرہ کر لیا اور خیموں پر فروزاں مشعلوں کی بارش شروع کر دی۔

تموجین ایک گھوڑا لے کر بآسانی اپنی جان بچا لے گیا اور تیر مل کی زد سے محفوظ ہو گیا لیکن بورتائی کو مرکیت پکڑ لے گئے اور اسے اپنے ایک جنگجو کے حوالے کر دیا۔ اس اقدام سے انہوں نے سمجھا کہ تموجین کے خاندان سے دیرینہ انتقام لے لیا گیا ہے۔

تموجین جانتا تھا کہ اس کا قبیلہ اتنی سکت نہیں رکھتا کہ ان لوگوں سے نبرد آزما ہو سکے۔ چنانچہ عالمِ اضطراب میں اس نے وہ کیا جو نہیں کرنا چاہتا تھا، ایک قوی تر قبیلہ کے پاس حصولِ کمک کے لیے پہنچا۔

یہ سردار طغرل خان تھا۔ اس کمک پہنچنے کے معنی یہ تھے کہ جانب مغرب کئی دن کا سفر اختیار کیا جائے۔ طغرل ایک سن رسیدہ اور امن پسند سردار تھا۔ وہ ایک ایسے قبیلے کا سردار تھا جو اپنے عادات اور اوضاع کے لحاظ سے چابک سوارانِ بادیہ نشین سے بالکل مختلف تھا۔ طغرل کا قبیلہ کریت کاروانوں کے گزرنے کے راستے سے بہت قریب بود و باش رکھتا تھا، اس لیے بیرونی دنیا سے کاروبار اور لین دین بھی کرتا تھا۔ بہت سے لوگوں نے عیسائی مذہب اختیار کر لیا تھا۔

جب تموجین طغرل کے پاس پہنچا اور نذرانے کے طور پر وہ چغہ لیتا گیا۔ جو بورتائی میکے سے اپنی ساس کے لیے لائی تھی، چونکہ سن رسیدہ طغرل تموجین

کے باپ کا دوست تھا تموجین اسے رضاعی باپ (FOSTER) کے نام سے پکارتا تھا۔

طغرل نے مدد دینے سے انکار نہیں کیا۔ لیکن وہ اتنا بوڑھا تھا کہ بذاتِ خود کسی مہم کی راہنمائی نہیں کر سکتا تھا۔ اس نے تموجین ہی کو اپنے سپاہیوں کا سردار بنا کر رخصت کر دیا۔

جیسے ہی گیاجستان کی برف پگھلی۔ نوجوان خان تموجین اپنی نئی فوج لے کر شمال کی طرف بڑھا اپنی حیلہ گری کی تمام صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے وہ مرکیت کے علاقے سے قریب جو جنگل کے اندر تھا پہنچ گیا۔ یہاں پہنچ کر اسے معلوم ہوا کہ برتائی اسیری کی زندگی بسر کر رہی ہے۔

بڑی چوکسی سے اس نے اپنے سواروں کو دشمن کے دیدبانوں کی نظر سے چھپائے رکھا۔ یہاں تک کہ رات ہو گئی۔ پھر وہ سوار ہو کر تیزی سے بڑھا۔ چاند پورے طور پر چمک رہا تھا۔ جب جنگل سرداروں نے مرکیت کے خیموں پر شدت کے ساتھ حملہ کیا

جن لوگوں نے اس رات تموجین کو لڑتے دیکھا۔ ان کا بیان ہے کہ وہ بار بار بلند آواز سے برتائی کا نام لے لے کر پکار رہا تھا۔ برتائی نے جو اپنا نام سنا تو بھاگی بھاگی آئی اور اس کی لگام پکڑ لی۔ لوگوں کا بیان ہے تموجین نے چاند کی روشنی میں فوراً پہچان لیا۔ وہ فوراً گھوڑے سے کود پڑا اور ساتھیوں

سے کہا۔

"میں نے اپنی گم شدہ چیز پالی۔"

تموجین برتائی کو حفاظت کے ساتھ گھر لے آیا۔ لیکن دونوں میں کوئی بھی اس سانحۂ اسیری کو فراموش نہ کر سکا۔ برتائی کا پہلا بچہ ایک لڑکا تھا تموجین نے اس کا عجیب سا نام رکھا۔ اس نے کہا۔

"ہم اس کو خوش آمدید کہتے ہیں۔ ہم نے اس کا نام "مہمان" رکھا۔"

چنانچہ بچے کا نام "جوچی" (JUJI) یعنی مہمان رکھ دیا گیا۔

تموجین نے طاقتور اور معمر سردار کریت طغرل خاں سے رشتہ اتحاد قائم کرکے بہت بڑا خطرہ مول لے لیا۔ اب تک اپنے آدمیوں کو وہ دوسروں سے جدا رکھنے پر قادر تھا اور اب وہ ان لوگوں کے ساتھ مخلوط ہو گئے تھے جو اس پورے گیاہستان پر قبضہ کرنے کی فکر میں تھے۔

بلاشبہ باختر میں اس کے دوستوں کی خاصی تعداد تھی لیکن خاور کے کوہستانی علاقوں میں اس کے دشمنانِ دیرینہ یعنی تاجوت ٹھاٹھ سے رہ رہے تھے جو اس کے اعزاز سے برہم تھے اور رشک و حسد میں مبتلا ہو گئے تھے۔ ساتھ ساتھ اس کے عروج سے خوفزدہ بھی رہنے لگے تھے اور یہ تاجوت بھی

اپنے اتحادی رکھتے تھے۔ یہ اتحادی ساحلِ دریائے بویار (BUYAR) کے تاتاری تھے، بڑے درندہ خوار وحشی۔

سردارانِ تاجوت و تاتار نے مل کر فیصلہ کیا کہ کسی طرح موقع پا کر اسے تنہا اسیرِ دام کر لیں اور اس کا خاتمہ کر دیں۔ تاجوت اور تاتار تموجین سے تین گنا زیادہ طاقت اور قوت رکھتے تھے۔

انہوں نے نقشہ یہ ترتیب دیا کہ جب وہ اپنے کیرت اتحادیوں سے جدا ہو کر تنہا کوچ پر نکلے، اچانک اس پر ٹوٹ پڑیں اور اس کے ٹکڑے بوٹی کر دیں۔ ان کا خیال تھا وہ اس طرح بہترین زمین کے جو دریا سے سیراب ہوتی تھی، مالک بن جائیں گے اور تموجین کے تمام املاک پر بھی قابض ہو جائیں گے۔

اس مقصد کے لیے انہوں نے ایک بڑا دستہ سپاہ جمع کر لیا۔

اس زمانہ میں ایسے سپاہی جو سوائے تموجین سے برابری کا دعویٰ رکھتے ہوں بہت کم تھے۔ کیونکہ اس کے سارے آدمی جنگی تربیت حاصل کر چکے تھے۔

اگرچہ ان کے اسلحہ سبک تھے اور صرف تیر، نیزے باریک پر مشتمل تھے یا کمندیں تبرزین اور خم کھاتی ہوئی چھوٹی تلواریں۔ یہ اسلحہ بڑی آسانی سے اٹھائے جا سکتے تھے۔ یہ سوار زرہ کا استعمال بالکل نہیں کرتے تھے۔ جیسا کہ بیرونی دنیا کے سورماؤں اور سپاہیوں کا معمول تھا۔ دشمن کے تیر و نشتر سے حفاظت کرنے والا چرمی تن پوش تھا۔ یہ سر پہ چھوٹے چھوٹے چرمی گردن پوش استعمال کرتے تھے۔ جس سے سر اور گردن کو دشمن کے حملوں سے محفوظ رکھتے تھے۔

سب سے بڑی خصوصیت یہ تھی کہ یہ سوار طویل ترین فاصلہ بغیر دم لیے

طے کر لیتے تھے۔ خوراک راستے ہی میں چھپٹ جھپٹ پیتے تھے۔ بجائے اس کے کہ خرجیوں میں سامان غذا رکھ کر گراں بار ہوں۔

بہت عرصہ پہلے ایک رومی سپاہی نے دیکھا تھا کہ ایشیائے کوچک کے گیاہستان میں رہنے والے یہ چابک سوار کتنے دہشت ناک ہوتے ہیں۔ وہ لکھتا ہے:

"سواری کی مہارت انہیں اتنی زیادہ ہوتی ہے کہ پشتِ اسپ پر مرنے سے موجاتے ہیں۔ نہ زراعت کرتے ہیں نہ ہل کو ہاتھ لگاتے ہیں۔ ہمیشہ بادیہ پیمائی کرتے رہتے ہیں۔ پیادہ پا ہوں تو نزار و ضعیف نظر آتے ہیں مگر گھوڑے کی پیٹھ پر بیٹھ جائیں تو ہولناک اور دہشت خیز۔"

اس دہشت خیزی کا ایک سبب یہ تھا کہ یہ لوگ "کمان اندازی" کے استعمال میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ یہ کمانیں سینگ سے بنائی جاتی تھیں۔ ان میں کھینچنے کی طاقت بہت زیادہ ہوتی تھی۔ ان سے جو تیر نکلتے تھے ان کی رفتار وہی ہوتی تھی جو آج کل کے زمانے میں گولی کی ہوتی ہے۔

جب یہ سوار خطرہ محسوس کرتے تو اپنی کمانوں کو زین کے ایک طرف اور تیروں کو دوسری طرف رکھ لیتے۔ دونوں ہاتھوں کی برق آسا جنبش سے یہ تابڑ توڑ تیر پھینکنا شروع کر دیتے۔

طویل تجربہ کے بعد ان سواروں نے نظم و ضبط کی اہمیت بخوبی سمجھ لی تھی۔ ہر آدمی دس آدمیوں کے ایک دستہ میں شامل رہتا تھا۔ اور یہ دستہ

سونفر کی دیگر کمپنی کا جز ہوتا تھا۔ اور یہ کمپنی ہزار سواروں کی ایک رجمنٹ کا حصہ ہوتی تھی۔ یہ میدان کارزار میں سکوت و خاموشی اختیار کئے رہتے تھے۔ ان کے سالار نعرے نہیں لگاتے تھے۔ یہ دن کی روشنی میں پرچم کی حرکات اور تاریکی میں فانوس رنگین کی رہبری میں ہدایت حاصل کرتے تھے۔ نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ جب تک ، عمداً سارے دشمن پر ٹوٹ نہ پڑیں یہ نظر ہی نہیں آتے تھے۔

یہ لوگ اپنے خان کے احکام کی تعمیل بسر و چشم کرتے تھے مثلاً اگرچہ یہ جائز تھا کہ جب چاہے تموجین کے خیمہ میں چلا جائے اور اس کے پہلو میں بیٹھ کر کھانے میں شریک ہو جائے۔ لیکن مجال نہ تھی کہ خان (تموجین) کوئی حکم دے اور وہ فوراً اس کی تعمیل نہ کرے۔ تموجین نے نافرمان شخص کو کبھی معاف نہیں کیا۔

اس انضباط نے تموجین کو اس بات پر قادر کر دیا تھا کہ وہ اپنے قبیلہ کے لوگوں کو یکجا رکھے جبکہ تائجوت اور تاتاریوں سے جنگ ابھی برپا ہوئی۔

عین اس وقت جب خان کے ترکمان ایک درہ سے کوچ کرنے والے تھے، دشمن نے حملہ کر دیا۔ اس کے ساتھ تیرہ ہزار نفوس تھے۔ ان سواروں کے اہل و عیال گاڑیوں پر خیموں تلے بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے گلے چرنے میں مشغول تھے۔

ہراول دستے نے بہ سرعت اعلان کیا کہ تیس ہزار دشمن سوار بہ ارادہ جنگ ادھر آ رہے ہیں۔

تموجین نے چند لمحوں تک سوچا اور پھر ایک فیصلہ کر دیا۔ اس نے سوچا کہ اگر وہ اپنے مسلح آدمیوں کے ساتھ راہِ فرار اختیار کرتا ہے تو جملہ اہلِ خیال جانوروں کے گلوں اور تمام املاک پر دشمن قبضہ کر لیگا اور گیاہستان کا مالک بن جائے گا اگر حملہ کرتا ہے تو اس کی یہ چھوٹی سی فوج دشمن کے نرغے میں آ جائے گی اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے تاجوت اور تاتاری کر دیں گے۔

بظاہر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ خان منگول کے آدمی اب تباہی اور ہلاکت سے نہیں بچ سکتے۔ فوراً ہی تموجین نے ایک مدبرانہ انداز میں کچھ کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ کوئی معمولی فوج اتنے مختصر وقت میں وہ کام نہیں کر سکتی تھی جو اس نے اپنے آدمیوں سے لے لیا۔ اس کے آدمی کار بیابک سوار برق آسا نقل و حرکت کے عادی تھے

انہوں نے ایک صف مرتب کی جس کا رخ دشمن کی طرف تھا اور جس کا ایک پہلو جنگل کی جانب۔ ساتھ ہی ساتھ انہوں نے ان گاڑیوں کو بھی جن پر اہل و عیال تھے ایک مربع کی شکل میں کر دیا اور بچوں اور عورتوں کے ہاتھوں میں تیر و پیکاں دے دیے۔ جتنے مویشی ساتھ تھے انہیں اس مربع کے بیچ میں سلامتی کے ساتھ لے لیا

چنانچہ جب تاتاری اور تاجوت وادی پر حملہ آور ہوئے تو دیکھتے کیا ہیں کہ منگول سپاہ جنگل اور گاڑیوں کے مربع کے مابین تیار کھڑی ہے۔ کچھ دیر تک تو دشمن نے حملہ جاری رکھا۔ لیکن اس تنگ جگہ پر بڑی آسانی سے اتنے ہی

تیر و پیکان استعمال کر سکتے تھے جتنے ان کے دشمن۔

اس اثنا میں تموجین ایک دوسرا کار اہم انجام دے رہا تھا ایک ہزار سواروں کی ہر رجمنٹ کے پیچھے ایک اور رجمنٹ بھی لگا دی اور پھر دفعتہً اپنی ساری فوج لے کر دشمن پر ٹوٹ پڑا۔

دشمن کے سوار جو وزنی اسلحہ کا بار اٹھائے ہوئے تھے اور ان کے گھوڑے بھی بھاری بھر کم چرمی زرہیں پہننے کے باعث بوجھل ہو رہے تھے ——

آگے بڑھے۔ حقیقت یہ ہے تموجین کے پاس صرف چھ ڈبل رجمنٹ تیس ہزار دشمن کے مقابلہ میں تھیں۔ پھر بھی اس کا حملہ اتنا شدید اور کاری تھا کہ تاتار اور تاجوت کے پاؤں اکھڑ گئے۔

مغل سردار اپنے پرچم تلے پیش قدمی اور حملہ کرتے رہے۔ دشمن کی طرف پیش قدمی کی حالت میں ہر دو طرف تیر برساتے رہے جو اس بوچھاڑ کی تاب نہ لا سکا اور سلامتی کی تلاش میں بھاگ کھڑا ہوا۔

یہ جنگ گھاہستان تک پھیل گئی اور دن بھر جاری رہی۔ دشمن کے پانچ ہزار آدمی کھیت رہے۔ ان کے ستر سردار تموجین کے حضور میں پیش کئے گئے، جن کے دوش پر تلوار اور گردن میں ترکش لٹکے ہوئے تھے۔

نوجوان خان نے اپنے سے دگنے دشمن پر زبردست فتح حاصل کر لی تھی۔ سارے علاقے میں ہر جگہ اس کا چرچا ہونے لگا کہ تموجین کو آسمانی مدد حاصل ہے۔

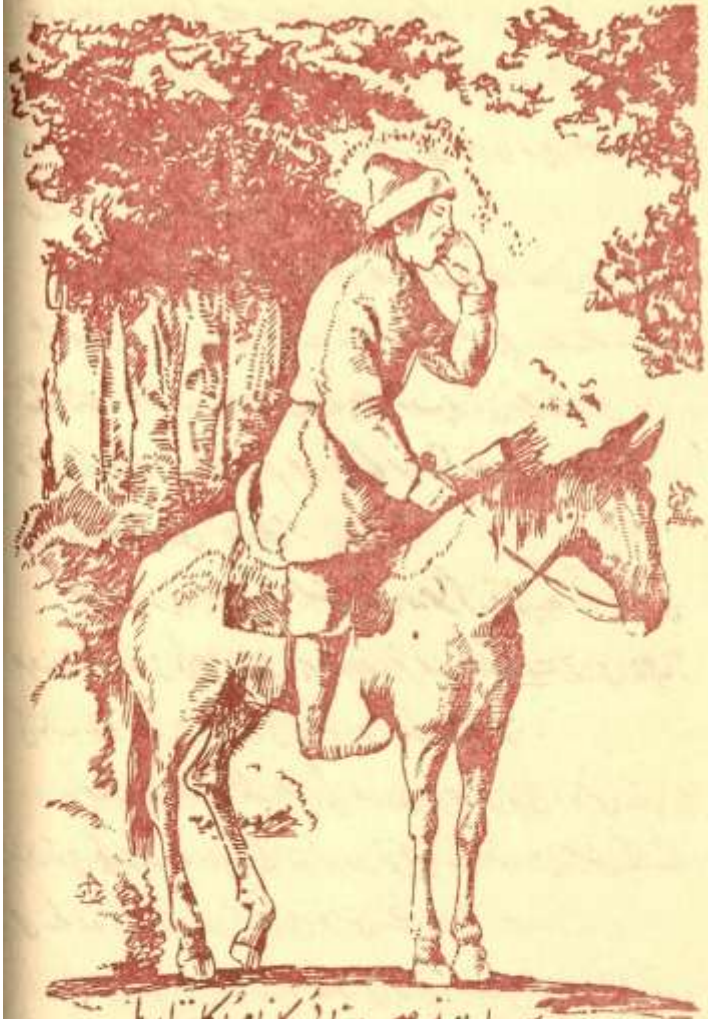

اس رات توصین رتنائی کا نام پکارتا رہا

(۵)

سیلِ خروشاں

منگول (مغول) ہر چیز سے زیادہ قدرتِ آسمانِ جاوداں POWER EVERLASTING سے لرزاں و ترساں رہتے تھے۔ کیونکہ آسمان ہی سے طوفان گردباد اور برف ژالہ نازل ہوتا تھا اور آسمان ہی انہیں موسم گرما میں نعیم بہار دو بارہ عطا کرتا تھا۔

موسم سرما کی سرد راتوں میں ان منگول کوہان کے گمان کے مطابق دروازۂ آسمان پر روحیں ناچتی اور جست خیز کرتی نظر آتی تھیں۔ یہ جو کچھ انہیں نظر آتا تھا، اس روشنی کے سوا کچھ نہ تھا جسے ہم شمالی روشنی کہتے ہیں۔

کبھی تموجین تنہا فرازِ کوہ عریاں پر غیر مرئی قوت کی عبادت کے لیے

باتا۔ وہ دعا کرتا:

"آسمانی ارواح کو میرا دوست بنا دے اور روئے زمین پر باران باوفا مجھے مرحمت کر۔"

تمام کاروانی راستوں سے سخت کوش شکاری، سرداران بے باور اور سالاران حیلہ گر خان منگولوں کے پاس آیا کرتے تھے۔ وہ اس کے بارے میں کہا کرتے تھے:

"یہ شخص یعنی خان منگول شکاری سے اس کا شکار نہیں چھینتا۔ جنگ کے بعد ہر سپاہی کو اس کا پورا پورا حصہ دیتا ہے۔ راستہ چلنے میں کسی کو خستہ اور درماندہ دیکھ کر گھوڑے سے اتر پڑتا ہے اور سواری کے لیے پیش کر دیتا ہے۔"

تموجین کے جنگجو سپاہی اتنے مشہور ہو گئے تھے کہ ان کا نام ہی سیل فرو شاں (RAGING TORRENT) پڑ گیا تھا۔ اس لیے کہ دشمن پر ایک سیل بلا خیز کی طرح ٹوٹ پڑتے تھے۔ ان سرپھرے تند آزادوں پر حکومت کرنے اور انہیں مطیع رکھنے کے لیے آہنی عزم وہمت کی ضرورت تھی ——
—— تموجین آہنی عزم وہمت کا مالک تھا

تموجین تدبر سے کام لیتے ہوئے ہر شخص کو وہی کام سونپتا تھا جو اس کے لیے —— شائستہ ہو۔ مثلاً برجو نیک اور دخاشرشت

تی۔ جو جین ہنگام عیش مشاہدت اسے اپنے پہلو میں جھلاتا تھا" کماں کش" پہلو
لیکن کم خرد تھا۔ اسے اپنی شمشیر و ترکش کا امین بنا دیا تھا۔ سالاری کا
مقصد اسی کو سونپا تھا جو حیلہ گری کے فن سے بہرہ مند ہو۔

ایسا ہی ایک شخص چیبے (JEBE) تھا جو پیکان کے نام سے
پکارا جاتا تھا۔ وہ ایک نوجوان جنگ آزما تھا اور ایک دشمن قبیلہ کا آدمی

پیکان منگولوں کو تہِ تیغ کرتا ہوا فرار ہو گیا۔

تھا۔ جب سواران مغول نے اس قبیلہ کو پراگندہ کر دیا تو "پیکان" کو گھیر لیا۔

"پیکان" نے کہا پیادہ پا تھا نعرہ لگایا۔

"اگر مجھے گھوڑا دے دو تو تم میں سے ہر ایک سے لڑنے کو تیار ہوں۔"

تموجین نے اس کی خواہش پوری کی اور سفید ناک والا اچھا سا گھوڑا اس نے جنگ آزما کی خدمت میں پیش کر دیا گیا۔ پیکان بہ سرعت اس پر سوار ہو گیا۔ اس نے منگولوں کی صف میں شگاف پیدا کیا اور فرار ہو گیا کچھ عرصہ کے بعد واپس آیا اور کہا۔

"میں خان کی خدمت میں زندگی گزارنا چاہتا ہوں جس نے مجھے گھوڑا عطا کیا تھا۔"

تھوڑے عرصہ کے بعد تموجین نے اسے ایک ہزار سواروں کا کمانڈر بنا دیا۔ بہت عرصے کے بعد جب "پیکان" ایک فوج کی سالاری کرتا ہوا مغرب کی طرف گیا تو اس نے خان کی خدمت میں ایک تحفہ وہاں سے بھیجا۔ اس نے ایک ہزار سفید ناک والے گھوڑے اس کی خدمت میں بھیجے۔ یہ اس بات کی یاد دہانی تھی کہ وہ اس احسان کو نہیں بھول سکا۔ جب اس کی جان خان نے بچائی تھی۔

جنگجویان تموجین میں ایک اور شخص سبوتائی (SUBOTAI) تھا۔ عمر میں "پیکان" سے بڑا اور اس سے زیادہ سنجیدہ۔ یہ قبیلہ گوزن داراں کا فرد تھا۔ یہ تنہا تموجین کے پاس پہنچ گیا۔ اور اس سے گویا ہوا۔

"جس طرح لباس پشم انسانوں کو باد تند سے محفوظ رکھتا ہے۔ میں دشمنوں کے شر سے تیری حفاظت کروں گا۔"

سبوتائی نے کچھ اور نہ کہا۔ تموجین فرصت کا منتظر رہا کہ اسے آزمائے ایک مرتبہ جب منگول سوار تاتاریوں کے لشکر پر حملہ کرنے جا رہے تھے۔ خان نے پوچھا۔

"کون سالار ہے جو سب سے پہلے حملہ کرنے اور جنگ کا آغاز کرنے کا ارادہ رکھتا ہے؟"

سبوتائی اٹھا اور سامنے آکر کھڑا ہو گیا۔ اس ادا سے خان خوش ہو گیا اس نے کہا، "سو منتخب سواروں کو اپنے ساتھ باڈی گارڈ کی حیثیت سے لے جاؤ۔"

لیکن سبوتائی نے کہا "مجھے کوئی ساتھی نہیں چاہیئے۔ تموجین نے اسے تنہا جانے کی اجازت دے دی۔

سبوتائی گھوڑے پر بیٹھا اور تاتاریوں کے لشکر میں پہنچ گیا۔ اس نے وہاں جاکر کہا۔

"میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ خانِ منگول کو چھوڑ دوں اور آپ کے پاس آ جاؤں۔"

پھر اس نے باتوں باتوں میں تاتاریوں کو یقین دلایا کہ سیاہ منگول بہت دور ہے۔ تاتاری مطمئن ہو گئے اور جنگ کی تیاری سے غافل ہو گئے۔ یکایک سپاہِ تموجین سر پہ آگئی اور اس نے سارے لشکر کو زیر و زبر کر کے رکھ دیا۔

سبوتائی نے تاتاریوں کو فریب دینے کے لئے دروغ گوئی سے کام لیا تھا۔ اور اس طرح اپنی زندگی خطرے میں ڈال کر منگولوں کی جان بچانے کا فریضہ ادا کر ڈالا۔ جب وہ "بیکان" کی طرح کمانڈر بنایا گیا تو وہ اپنے طریقِ جنگ پر بدستور حامل رہا۔ یعنی دشمن کو دھوکا دیتا اور اپنے آدمیوں کی جان بچاتا۔ بہت جلد سبوتائی کا لقب "شکست ناپذیر" THE INVINCIBLE پڑ گیا۔ کیونکہ اس نے ہر جنگ جیتی خواہ اس پر کتنا ہی بوجھ آ پڑا ہو۔

تموجین نے اپنے ان سرداروں سے جو "سہلِ خدہ شاں" کے لقب سے مشہور تھے۔ مخاطب ہو کر کہا۔

"میری مثال ایک شخص خوابیدہ کی سی تھی۔ جب تم میرے دامن سے وابستہ ہونے میں سراپا غم و الم بنا ہوا تھا جب تم مجھ تک پہنچے

اور میرا حوصلہ بڑھایا !"

اب تموجین ایک سرد و گرم چشیدہ شخص بن چکا تھا۔ اس کے پاس دس ہزار خیمہ بردار گاڑیاں تھیں۔ جو ہمیشہ اس کے پیچھے پیچھے رواں رہتی تھیں۔ اس نے کمزور منگولان کو قدرت کے ایک چھوٹے سے ایک گروہ کو ایک بڑی اور طاقتور قوم میں تبدیل کر دیا تھا۔

اور اب وہ اس قوم کو اور زیادہ طاقتور اور مستحکم بنانے کے وسائل پر غور کر رہا تھا۔ جب تک اس دشت میں دشمن موجود ہیں اس کی قوم مامون نہیں ہو سکتی۔ اس کی صورت یہی ہو سکتی ہے کہ تمام بادیہ نشینوں کو اپنے زیر نگیں لے لیا جائے۔

اس نے اپنی مجلسِ مشاورت میں ایک مرتبہ کہا:۔

"پیرانِ خردمند کا قول ہے کہ افکار و قلوب مختلف ایک بدن میں نہیں جمع ہو سکتے۔ میں اس کام کو انجام دینا چاہتا ہوں۔ میں اس رقبے میں رہنے والے تمام لوگوں کو اپنا تابع فرمان بنا لینا چاہتا ہوں۔

(۹)

ساحرِ مرگ

جیسے ہی تموجین نے اپنے حلقۂ اقتدار میں توسیع کی کوشش شروع کی اس کے قتل کرنے کی سازش کا آغاز بھی ساتھ ساتھ ہوگیا - مخالفین کا یہ خیال بالکل بجا اور درست تھا کہ اگر تموجین کی قیادت سے "یکہ منگول" محروم ہو جائیں تو پھر وہ ذرا بھی خطرناک نہیں رہیں گے -

ایک مرتبہ تموجین کے دشمنوں نے اسے ہلاک کرنے کا منصوبہ بنایا اور اسے ایک خیمے میں لے جانے لگے جہاں قالین کے نیچے ایک گڑھا انہوں نے کھود رکھا تھا - لیکن جیسے اندر جانے سے پہلے انہوں نے پیشوائی کی اس سے وہ متنبہ ہو گیا اور خیمے کے اندر نہیں داخل ہوا -

لیکن ان میں سب سے زیادہ خطرناک سازشی اور دشمن تب تنگری (TANGRI TEB) ثابت ہوا - اس کے چھ بھائی اور تھے - اس

کا باپ تموجین کی خدمت پر مامور تھا۔ یہ یاان یعنی ساحرات بادیہ نشین کی جماعت میں سے تھا۔ یہ لوگ اپنے آپ کو جادوگروں سے بھی برتر مخلوق سمجھتے تھے۔ بادیہ نشینوں کا عقیدہ تھا کہ یاان ارواح آسمانی سے بات چیت کرتے ہیں۔

چونکہ یہ ساتوں بھائی دوست اور وفادار کی حیثیت سے تموجین کی خدمت میں حاضر رہتے تھے۔ اس نے ان کا نمبر مقدم گیا۔ بہت جلد تب تنگری خان منگول کے اقتدار و قوت سے حسد کرنے لگا۔ چنانچہ اسے کمزور کرنے کے لیے اس نے تدبیریں شروع کر دیں۔ اس کا منصوبہ یہ تھا کہ اس کے جسم پر ضرب نہ لگائی جائے۔ بلکہ ایسے باہمی تنازعات پیدا کر دیئے جائیں جن سے عہدہ برآ ہونا تموجین کے لئے سخت مشکل ہو جائے۔

سب سے پہلے تب تنگری نے تمام با اقتدار سرداروں سے ملاقات کی، جو تموجین کے حلقۂ اطاعت میں شامل تھے اور سوال کیا۔ آپ لوگ کیوں ایک نوجوان شخص کے سامنے سر جھکاتے ہیں جو آپ سے کم تجربہ ہے۔ اسی اثنا میں تب تنگری کے چھ بھائیوں نے کمان کش کوتاکا جو خان کا بڑا بھائی تھا اور کشتی لڑنے کے بہانے سے اسے سخت مجروح کر دیا۔ کمان کش نے اس بات کی تموجین سے شکایت کی۔

خان منگول کی حیثیت سے تموجین کا یہ فرض تھا کہ اپنے آدمیوں کے

. . . . نزاعات کا فیصلہ خوش اسلوبی اور انصاف کے ساتھ کرے۔
اگر وہ اپنے آدمیوں کے حق میں فیصلہ کرتا ہے تو وہ سب قبائلی اطاعت کیش کے سوار یہ خیال کرتے کہ وہ انصاف نہیں کرتا۔ یہی سوچ کر اس نے کمان کش سے کہا۔

"تمہیں اپنی طاقت اور قوت پر بڑا غرہ تھا۔ پھر کیوں ہار گئے؟"

تب تنگری نے برابر دوسرے سرداروں کی اردو گاہوں میں آنے جانے اور دراندازی و سازش کا سلسلہ جاری رکھا۔ "کمان کش" تموجین کے فیصلے سے خفا ہو گیا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کیا کرے؟ وہ اپنے خیمے میں الگ تھلگ ہو کر بیٹھ رہا تھا۔

کچھ عرصہ کے بعد "تب تنگری" تموجین کے پاس پہنچا اور اس سے عرض گزار ہوا کہ وہ ارواحِ آسمانی سے بات کرتا ہے۔ ایک پامان جب ارواحِ آسمانی سے بات کرتا تھا تو ایک خیمے میں مراقب ہو جاتا تھا۔ تب تنگری نے بتایا کہ اپنے مراقبے کے دوران میں وہ ایک بلند و بالا پرندے کے بازو پر آسمان تک پہنچ گیا، وہ کہنے لگا۔

"سچائی میں نے دوسری دنیا میں سنی ہے کہ تیری فرماں روائی زیادہ عرصہ تک نہیں رہ سکتی۔ تیرے بعد عنانِ حکومت کاسار کے ہاتھ میں آ جائے گی۔ اگر تو نے فوراً کاسار کو ہلاک نہ کیا، تو تیری حکومت ختم ہو جائے گی

کاسار کمان کش کا دوسرا نام تھا۔

یوں ہی تب تنگری پیش گوئی کر رہا تھا۔ اس فریب میں آکر تموجین خان مشکول برہم اور خشمگین ہوگیا اور فوراً سوار ہوکر کاسار کے خیمے میں پہنچا۔ شاید جوشِ غضب میں وہ اسے قتل کر ڈالتا۔ لیکن اس کی ماں تک یہ حقیقت پہنچ گئی۔ وہ دوڑی دوڑی خیمے میں پہنچی۔ کاسار کے پہلو سے لگ کر کھڑی ہو گئی اور تموجین سے بولی:-

"یہ تیرا بھائی ہے جس نے اپنی کمان سے کئی بار تیری جان بچائی ہے۔"

تموجین نے غصہ پر قابو پا لیا۔ اس نے کہا

"میں یہ اقدام اپنی جان کے خوف ہی سے کر رہا تھا لیکن اب میں اپنی اس حرکت پر شرمسار ہوں۔

اس کے بعد تب تنگری اور اس کے بھائیوں نے کوشش کی، کہ تموجین کے چھوٹے بھائی تموگو کو بھڑکائیں۔ انہوں نے اس نوجوان کو مجبور کیا کہ اس کے سامنے مودب ہوکر دو زانو بیٹھ جائے اور التماس کرے کہ اسے کوئی ضرر نہ پہنچنے دیا جائے۔

جب تموجین نے یہ بات سُنی تو اس نے محسوس کر لیا کہ یہ لوگ اس کے خلاف کیا چال چل رہے ہیں۔ لیکن اس کے پاس کوئی ٹھوس ثبوت نہیں تھا

کو مزاحمت سکتا - اس اثنا میں، ان بھائیوں نے تموجین کے حلقہ اطاعت میں اپنے پیروکار کافی تعداد میں پیدا کر لیے - یہ لوگ اس بات کا یقین رکھتے تھے کہ "یا ماں واقعی ارواحِ آسمانی سے گفتگو کرتے ہیں - منگولوں کا ایک دستور جس پر تموجین بہت سختی سے عملدرآمد کر رہا تھا یہ تھا کہ کوئی کسی کے خلاف ہتھیار نہ اٹھائے -

خان منگول نے کافی غور و فکر کے بعد فیصلہ کر لیا کہ اسے تب تنگری سے نجات حاصل کر لینی چاہیئے لیکن اس طرح کہ اس کا ہاتھ ظاہر نہ ہو اور سامان کے مغل مداح اور عقیدت مند مشتعل نہ ہوں -

تموجین نے اپنے چھوٹے بھائی تموگو کو بلوا بھیجا اور اس سے کہا :-

میں تب تنگری کو اپنے خیمے میں بلواتا ہوں - پھر تمہارا جو جی چاہے اس کے ساتھ کر گزرنا -

منگلوں کا ایک قاعدہ یہ بھی تھا کہ کوئی شخص کسی دوسرے کے خیمہ میں مسلح ہرگز نہیں جا سکتا تھا - جب یہ آسمانی روحوں سے باتیں کرنے والا جادوگر خیمے میں داخل ہوا تو اس کے چھ بھائی اور بعض رفقا ساتھ تھے - ان سب نے اپنے اسلحہ خیمے کے باہر رکھ دیئے - جہاں تموجین آگ کے کنارے بیٹھا ہوا تھا -

تورجین نے ان سب کو خوش آمدید کہا اور یہ لوگ اس کے ارد گرد بیٹھ گئے ۔ اتنے میں تموگوانڈ داخل ہوا ۔ اس نے تب تنگری کا شانہ پکڑ لیا اور کہا:

کل میں تمہارے سامنے دو زانو ہونے پر مجبور کیا گیا تھا لیکن آج میں دو دو ہاتھ کر کے رہوں گا ۔"

تب تنگری کی کمر ٹوٹ گئی تھی اور وہ چھکڑے کے پاس بے حرکت پڑا

کچھ دیر اُن لوگوں نے کشمکش کی۔ پھر تب تنگری کے ساتھی اٹھ کھڑے ہوئے۔

تموجین نے ڈانٹا:

"خبردار ———— یہ کشتی لڑنے کی جگہ نہیں ہے۔ باہر نکل جاؤ۔"

خیمہ کے باہر تین تنومند اور توانا کشتی گیر آمادہ اور تیار کھڑے تھے۔ یہ لوگ تموجین یا تموگو کے حکم پر یہاں آئے تھے۔

جیسے ہی تب تنگری باہر نکلا۔ انہوں نے اسے اٹھا کر ایسے پٹکا جس سے اس کی ریڑھ کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ وہ ایک گاڑی کے پاس بے حس و حرکت پڑا ہوا تھا۔

تموگو بولا۔ "اب میری باری ہے زور آزمائی کی تو یہ زمین پر لیٹ گیا ہے اور اٹھتا نہیں۔"

تب تنگری کے چھ بھائیوں نے جب اس کی یہ حالت دیکھی تو انہوں نے تموجین سے چلا کر کہا۔

"اے خان ہم آج تک تیری خدمت کرتے رہے ہیں۔ لیکن آج سے ہمارا تیرا ساتھ چھوٹتا ہے۔"

یہ کہہ کر وہ سب تموجین پر حملہ کرنے کے لئے لپکے۔ وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

تموجین کے پاس کوئی ہتھیار نہیں تھا اور باہر نکلنے کے لئے دروازے کے سوا کوئی راستہ نہیں تھا۔

تموجین نے کرخت اور تند لہجے میں کہا۔

"ہٹ جاؤ ——— میں باہر جانا چاہتا ہوں"

اس غیر متوقع فرمان سے وہ حواس باختہ ہو کر ایک طرف کو ہٹ گئے تموجین تیزی کے ساتھ ان کے برابر سے گزرا۔ وہ اپنے نگہبانوں تک پہنچ گیا۔

تموجین کے دل میں کوئی اندیشہ نہیں تھا۔ البتہ یہ کہ تب تنگری کی موت ایک خونریزی کی کیفیت پیدا کر دے گی جس سے اس کے لوگ منقسم ہو جائیں گے۔

رات کو تموجین نے اپنا خیمہ آگے کھسکایا تاکہ تب تنگری کی لاش اس میں چھپ جائے۔ پھر اس نے معتمد آدمیوں کو حکم دیا کہ تب تنگری کی لاش دودھ کش سے اس طرح باہر پھینک دی جائے کہ کسی کو نظر نہ آسکے۔

دوسرے روز لوگوں کا ایک گروہ تب تنگری کو دیکھنے کے لیے موقعہ واردات پر آموجود ہوا۔ تموجین اپنے خیمے سے باہر نکلا اور کہا یہ جواب تب تنگری نے میرے بھائیوں کے خلاف منصوبہ تیار کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ آسمانی ارواح اس کی روح جسم دونوں کو اپنے ساتھ لے گئیں۔

لوگوں نے یقین کر لیا کہ تب تنگری کو ارواح آسمانی نے سزا دی ہے

جن سے وہ گفتگو کیا کرتا تھا ۔ بعض سردار خفا ہو کر تموجین کے پاس سے چلے گئے ۔ لیکن اس کی بیوی برتائی پوری وفاداری کے ساتھ اس کی پشت پناہی بنی رہی ۔

تموجین کی اس دلیری نے اس کے جنگ آزماؤں میں اس کی عزت اور قوت میں مزید اضافہ کر دیا ۔ لیکن ہمہ غداری کے عناصر اب تک موجود تھے ۔ وہ ان سے اغماض نہیں برت سکتا تھا ۔ اب اس کی عمر تیس سال کی ہو گئی تھی اور اس کے لڑکے کبھی کبھی اس کے ساتھ گھوڑوں پر سوار ہو کر باہر نکلنے لگے تھے ۔

تموجین نے سب سے پہلے بڑے لڑکے "جوچی" کو اجازت دے دی کہ وہ "پیکانؔ" کے ساتھ سواری کے لیے چلا جایا کرے اور یہ بیباک پیکان جو پوست، سمور اور سیم کی گول زرہ کو پسند کرتا تھا اور اس وقت خوش ہوتا کہ جب کوئی مہم اسے سپرد کر دی جائے ۔ تموجین نے اسے یہ مہم سپرد کی ۔ چابک سواروں کو لے کر خان کریت کی کمک کو جائے ۔

تموجین نے بتدریج محسوس کر لیا کہ ان بادیہ نشینوں کو صرف نفد قوت سے ہی متحد کیا جا سکتا ہے ۔ لیکن بظاہر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ کام سر انجام نہیں دے سکے گا ۔ کم از کم اس وقت تک نہیں جب تک وہ اپنے آپ کو زندہ رکھنے کے لئے مجبور ہے ۔

---

(۷)

بڑا شکار

جوچی کی عمر جب پندرہ سال کی ہوگئی تو اسے ایک پختہ کار مرد کے فرائض سونپ دیے گئے۔ اسے اب تک "مہمان" کے نام سے پکارا جاتا تھا اس لیے وہ اپنے تیئں دوسرے بچوں سے الگ سمجھتا۔ اکثر ان سے لڑ پڑتا اور اپنی من مانی کرتا۔

لیکن تند مزاج خان اب تک اس کے ساتھ وہی سلوک اور برتاؤ کر رہا تھا جو بڑے بیٹے کے ساتھ کیا جاتا ہے اور اب اس نے اسے میر شکار بھی بنا دیا تھا۔

یہ بڑی اہم ذمہ داری تھی۔ اس زمانہ کے امرائے یورپ کی عادات کے برعکس یہ بادیہ نشین صرف تفریح کی خاطر کبھی شکار نہیں کرتے تھے بلکہ

گوشت، سمور، چربی اور سینگ حاصل کرنے کے لیے سال میں صرف ایک یا دو مرتبہ جنگلی جانوروں کو گھیرتے اور ان کا شکار کرتے تھے۔

جب جوچی نے پہلی مرتبہ میرِ شکار کی حیثیت سے جنگلی جانوروں کی تلاش میں نکلنے کی تیاری کی تو قبیلے کے سمجھدار اور پختہ کار لوگ اس کے ہم رکاب ہو گئے۔ اس کو گھوڑے کی کاٹھی پر جھکے جھکے سینکڑوں میل کا سفر کرنا تھا۔ ان کے گھوڑے طلوعِ آفتاب سے رات تک سفر کر سکتے تھے بشرطیکہ ان کو مناسب وقفے کے بعد خوراک اور آرام میسر آجائے۔ وہ اپنے سموں سے برف کھود کر مردہ گھاس نکالتے اور کھا لیتے۔

جوچی اور اس کے آزمودہ کار ساتھیوں نے پہلا کام یہی کیا کہ ایک ایسی قدرتی راہ تلاش کی جو پہاڑ کی ڈھلان سے گھوم کر ایک ہموار چٹان تک دیوار کی طرح قائم تھی۔ اس کے بعد وہ واپس ہوئے اور تیس چالیس میل کے اندر نصف دائرے کی شکل میں بانس گاڑ کر ان پر جھنڈے لگا دیے تاکہ پورا محاذ نظر کے سامنے رہے۔

اس کام سے فارغ ہو کر جوچی نے اپنے شکاریوں کو دستہ بہ دستہ شکارگاہ میں بھیجنا شروع کیا۔ ہر دستہ ایک پرچم تلے خیمہ زن ہو جاتا۔ جنگلی جانوروں کے خلاف یہ گویا ایک مکمل جنگ تھی۔ ان سواروں کے پاس اپنے عام اسلحہ تھے۔

جب تمو جین خاں اپنے ساتھیوں اور محافظوں کے ساتھ یہاں پہنچا تو اس نے آتے ہی ایک خاص اشارہ کیا - جیسے ہی اشارہ ملا یہ عظیم شکار شروع ہو گیا۔ تمام سپاہی اپنے اپنے گھوڑوں پر سوار ہو گئے اور انہوں نے ایک مورچہ قائم کر دیا - صدائے زنگ اور طبل نے حیوانات وحشی کے کان کھڑے کئے اور وہ ہر چہار طرف ا منڈنے لگے -

اس مرحلے پر ہتھیاروں کا استعمال قطعی ممنوع تھا - اس کے بجائے انہوں نے درندوں کو ہنکانا شروع کیا - شیر، چیتے یا بھیڑیئے وغیرہ جو پہاڑیوں پر چڑھنے کی کوشش کرتے یا نیم دائرے کی حدود سے باہر جانا چاہتے ان کو مغل سوار پھر وادی کی طرف دھکیل دیتے -

ہر روز اس طرح کے ہنگامے ہوتے - جانوروں کی تعداد بڑھتی جاتی - رات کو شکاری دائرہ دار آگ جلاتے اور حفاظت و نگرانی کے لئے سنتری پہرے پر کھڑے کر دیے جاتے - افسران فوج اس طرح گشت میں مصروف ہو جاتے کہ معلوم ہوتا تھا کہ زبردست معرکہ پیش آنے والا ہے -

اگر کوئی چیتا زنجیر آتش سے گزرنے کی کوشش کرتا - اسے بغیر مجروح کیے لوٹا دیا جاتا - اگر کوئی ریچھ کسی غار میں پناہ گزین ہو جاتا تو ضروری تھا کہ اسلحہ استعمال کیے بغیر صرف ڈنڈوں یا رسی کے ذریعے باہر نکال دیا جاتا -

اس طرح خورد سال بچوں اور لڑکوں کو اپنی شجاعت اور بے خوفی دکھانے کا موقع ملتا ۔ ساتھ ہی ساتھ وہ اصلی میدانِ جنگ کے لئے دشمن کا پیچھا کرنے اور اس کا مقابلہ کرنے کی تربیت حاصل کر لیتے ۔

جب تمام درندے ایک تنگنائے میں محصور ہو جاتے تو اب زیادہ سخت مرحلہ سامنے آتا ۔ شکاریوں کے گھوڑے ان وحشی جانوروں کے سامنے ٹھہرنے کا دم نہ رکھتے تھے ۔ لٰہذا سوار مجبوراً گھوڑے سے اتر آتے اور پا پیادہ ان جانوروں کا شکار کرتے ۔

جب شکاریوں کا کوئی دستہ کسی دریا پر پہنچتا تو بہت سے جانور پانی میں کود پڑتے اور بچ کر نکل جاتے ۔ شکاری پا پیادہ تعاقب نہ کر سکتے پھر گھوڑوں پر سوار ہوتے تاکہ جلد سے جلد ان تک پہنچ جائیں ۔ دریا پار کرتے وقت اپنے گھوڑوں کے رکاب ، ایا ایں ایک دوسرے سے باندھ دیتے تاکہ غرق نہ ہوں ۔ اگر دریا کا دھارا زیادہ تیز ہوتا تو کمندوں کے ذریعہ گھوڑوں کو ایک دوسرے سے باندھ دیا جاتا ۔

جوجی اور اس کے تجربہ کار ہمراہیوں کی رہنمائی میں مغلوں کی صفِ نیم دائرہ تنگ ہوتی ہوئی سنگی سے قریب ہوتی جاتی ۔ طبل و ذنگ کی پر خراش آواز سے ہراساں ہو کر ہرن چوکڑیاں بھرتے ہوئے بھاگتے اور شیر ببر جھاڑیوں سے نکل کر ان پر حملہ آور ہوتے ۔

اب شکاری کچھ توقف کرتے تاکہ شکار کے آخری مرحلہ کا آغاز کریں ۔ تموجین سب سے پہلے درندوں کے ہجوم میں گھستا ۔ کبھی چیتے پر تلوار سے حملہ کرتا ۔ کبھی ہرن پر تیر پھینکتا ۔ جب چند حیوانات کا اس طرح شکار کر لیتا تو کسی پہاڑی پر چڑھ جاتا ۔ تاکہ اپنے ساتھیوں کی ہنرمندی کا نظارہ کرے ۔

اب سرداران لشکر کی باری آتی ۔ اور وہ حیوانات کے شکار کا سلسلہ شروع کر دیتے ۔ ہر آدمی یاد رکھتا کہ اس نے کس جانور کا شکار کیا ہے ۔ پھر جب نوجوان لڑکے بھی اپنے ہنر کی نمائش کر چکتے تو نو عمر بچے تموجین کے پاس حاضر ہوتے اور رواج کے مطابق اس سے عرض کرتے ۔ اب باقی جانوروں سے چشم پوشی کی جائے ۔

تموجین بچوں کی یہ استدعا منظور کر لیتا اور مقتول شکار کیے ہوئے حیوانوں کی لاشوں کے پاس جمع ہو جاتے ۔

جوچی نے میر شکاری کا نیا فریضہ بیباکی اور شوق کے ساتھ انجام دیا تھا ۔ لیکن اس میں ایک خرابی تھی ۔ وہ یہ کہ کسی کے احکام کی تعمیل اس پر سخت گراں گزرتی تھی ۔ شاید اس کا سبب یہ تھا کہ وہ زیادہ تر تنہا رہا تھا ۔ اس کے برعکس تموجین اس طبیعت کا تھا کہ جو حکم بھی دیا جائے اس کی پوری پوری تعمیل ہو ۔

علاوہ ازیں یہ بات بھی تھی کہ جوچی کچھ بدقسمت واقع ہوا تھا ۔ وہ پہلی

بار ایک بہت بڑے شکاری مرحلہ سے ابھی عہدہ برآ ہوا ہی تھا کہ مغلوں پر ایک آفت ٹوٹ پڑی اور تموجین کو بدترین شکست سے دوچار ہونا پڑا۔

دورانِ شکار میں حسبِ دستور مغلوں کے ہراول دستے ادھر ادھر دیکھ بھال پر مقرر تھے کہ جیسے ہی کسی دشمن کو دیکھیں فوراً اطلاع دیں۔

ایک روز ہراول دستے میں سے چند لوگ واپس نہیں آئے۔ اس طویل غیر حاضری پر کوئی خاص توجہ نہیں کی گئی۔ خیال کیا کہ یہ تاخیر یا تو کسی گزرتے ہوئے کارواں کی گرانی کے باعث ہوئی ہے یا پھر اس کا سبب یہ ہے کہ شب بسری کے لئے کہیں ٹھہر گئے ہوں گے۔ لیکن جب رات زیادہ ہو گئی اور دائرۂ شکارگہ کے اردگرد آگ جلائی گئی تو دو اجنبی آدمی خان منگول کو تلاش کرتے ہوئے آئے۔ یہ بڑی بری خبر لے کر آئے تھے۔

انہوں نے بتایا کہ غروبِ آفتاب کے وقت ایک بہت بڑے گروہ نے جن کے پرچم غیر مانوس قسم کے ہیں مغل لشکر کی طرف پیش قدمی کی ہے۔ یہ دشمن شکار میں مصروف بکھرے ہوئے مغلوں پر ٹوٹ پڑنا چاہتے ہیں اور مختلف قبائل کے اس لشکر کی سربراہی کا فریضہ کریت انجام دے رہے ہیں ——— کریت جو اب تک تموجین کے حد درجہ وفادار چلے آرہے تھے۔

ان دشمنوں نے منگولوں کے چند دیدبانوں کو بھی گرفتار کر لیا ہے۔ کسی شخص نے بھی جوچی کو اس سلسلے میں موردِ الزام نہیں ٹھہرایا کیونکہ ہراول دستے فوجی حکام کے حکم سے روانہ کئے گئے تھے نہ کہ جوچی کے حکم سے۔ لیکن یہ واقعہ اس وقت کا تھا جب جوچی میر شکار کی حیثیت سے پیش قدمی کی راہنمائی کر رہا تھا۔

جو خبر یہ اجنبی لوگ لائے تھے تموجین کے لیے ایک ہی مفہوم رکھتی تھی۔ بادیہ نشین قبائل کے اتحاد اور وحدت کی جو آس اس نے باندھ رکھی تھی کہ انہیں متحد کر کے ان پر حکومت کرے گا، یہ اسکیم اب دشمنوں نے اپنائی تھی، اور اسی کے خلاف استعمال کی جا رہی تھی۔ اسی کے بہترین دوست یعنی عیسائی کریت اس کے خلاف صف آرا ہو رہے تھے اور وہ بے خبری اور عدم تیاری کے عالم میں لڑنے پر مجبور کر دیا گیا تھا۔

اس بدبختی اور بے خبری میں جوچی کو ایک خاص کردار ادا کرنا پڑا۔ یہ سمجھنے کے لئے کہ تموجین جنگ سے کیوں غافل تھا ضروری تھا کہ معلوم کر لیا جائے کہ اس شکار سے پہلے کیا ماجرا گزرا تھا؟

تموجین نے بارہا کریت کے سردار طغرل خاں کی مدد کی تھی اور چاہا تھا کہ یہ ہوشیار سردار اس کی زیرِ حفاظت آ جائے۔

بظاہر ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ قسمت تموجین کے ساتھ ہے۔ شہنشاہ

ملک ختا نے ایک لشکر گراں قریب کے رہنے والے بادیہ نشینوں کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا تھا۔ یہ لوگ جن کی سرکوبی کے لئے لشکر آیا تھا دریائے بویر BUYAR کے پاس رہنے والے تاتاری تھے۔ تموجین نے اس موقع سے فائدہ اٹھا کر مداخلت کا آغاز کر دیا۔

جب تاتاری سواروں نے ختا کے لشکر کے سامنے جو زیادہ تر پیادوں پر مشتمل تھا پسپائی اختیار کی۔ تموجین اور کریت نے مل کر تاتاریوں پر حملہ کر دیا۔ تاکہ ان کی قوت پارہ پارہ کر دیں اور انہیں اطاعت پر مجبور کر دیا۔

تموجین کی اس فتح نے اس کے دشمنوں کو چوکنا اور ہوشیار کر دیا تھا۔ سارے گیاہستان میں یہ بات زبان زدِ عام تھی کہ تموجین اس علاقہ کے تمام باشندوں کو محکوم بنا لینا چاہتا ہے۔ کریت سردار تموجین کو فرماں روا بنانے پر راضی نہ تھے۔

طغرل کا بیٹا بھی اپنے باپ پر تموجین کے بڑھتے ہوئے اثر سے پریشان تھا۔ وہ جموگا کے پاس گیا جو باختر کے ترک قبائل اور دوسرے قبائل کا سردار تھا اور بڑا ہوشیار آدمی تھا۔

جموگا، جو تموجین کا رشتہ دار بھی تھا خود "یکہ منگول" کا خان بننے کی آرزو رکھتا تھا۔ چنانچہ اس نے اور طغرل کے بیٹے نے تموجین

کو تباہ و برباد کرنے کا منصوبہ تیار کر لیا ۔ ان دونوں نے طغرل کو اس بات کی ترغیب دی کہ وہ مغلوں سے دوستی کا رشتہ اس طرح اور زیادہ مضبوط و مستحکم کرلے کہ کریت کی ایک شہزادی کی شادی جوچی سے کرادے ۔

تموجین کو جب یہ پیام پہنچا تو وہ بدگمان ہوگیا ۔ لیکن وہ شادی کی درخواست کو نامنظور بھی نہیں کر سکتا تھا ۔ چنانچہ اس موسم بہار میں تموجین نے باختر کا سفر کیا تاکہ جوچی کو اس کی منسوبہ کے یہاں لے جائے اور چند شکار کیے ہوئے جانور ہدیہ کے طور پر طغرل کی خدمت میں پیش کیے ۔ طغرل ہنوز بیابان نشین قبائل کا غیر معمولی صلاحیت اور اثر رکھنے والا فرماں روا تھا ۔ ختا کے لوگ اسے وانگ خاں WANG KHAN یعنی خان بزرگ کے نام سے یاد کرتے تھے ۔

اس مرتبہ چونکہ مغلوں نے سفر اور شکار کا منصوبہ ایک ساتھ بنایا تھا ۔ یعنی باختر کی طرف جاتے ہوئے شکار شروع کر دیا تھا لہٰذا جنگ سے غافل تھے چالاک جموگا نے حملہ کر دیا ۔ تموجین کو دھوکا دیا اور مغل محصور ہو گئے ۔

رات کو مغل اس بات سے آگاہ ہو گئے کہ دشمن کا لشکر ان کی طرف بڑھ رہا ہے ۔ جوچی اپنے باپ تموجین کے پاس ایک گوشے میں چرمی مسند پر بیٹھا ہوا تھا ۔

ایک ایک کر کے قبائلی سردار تموجین کے خیمے میں ادب و احترام کے

ساتھ حاضر ہوئے اور اس کے گرد اگرد بیٹھ گئے - ان کے ہاتھ لمبی لمبی آستینوں کے اندر تھے - خیمے کے اندر ایک مشعل جل رہی تھی -

پیکان خاموش بیٹھا تھا - معمولی (...) مجدے لہجہ گردانی کر رہا تھا - سبوتائی جو دوڑتا ہوا آیا تھا زور زور سے سانس لے رہا تھا - گیلدار —— DAR ... یعنی محافظ پرچم میز کے پاس جہاں بوتلیں رکھی تھیں، دروازے کی طرف ٹکٹکی لگائے دیکھ رہا تھا کیونکہ اس کے فرائض نگہبانی کے تھے - جوچی خاموشی کے ساتھ "مجلس امرائیں ہونے والی گفتگو سن رہا تھا -

تموجین نے ان سرداروں کو اشارہ کیا کہ گفتگو شروع کر دیں -

تموجین کا سر مندے کے ایک سفید ٹوپ سے ڈھکا ہوا تھا - درشت پر کمان شکل ہوتی تھی ادہ مشعل کی روشنی میں اس کی سفید آنکھیں زرفشاں نظر آ رہی تھیں -

حاضرین میں سے ایک کے بعد دوسرے نے اپنے خیالات کا اظہار کیا - آخر میں خان منگول کی باری آئی - اس کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ فرمان کا درجہ رکھتے تھے - افسر اور سردار خیمے سے باہر نکل گئے تاکہ جو حکم ہو بجا لائیں -

جوچی نے اپنے باپ کی ..دے رعد آسا سنی جو کہہ رہا تھا،

"میں اپنے خیمے کے نگہبانوں کو حکم دیتا ہوں کہ وہ جائیں اور جو لوگ سو رہے ہیں - انہیں یہاں حاضر ہونے کا حکم دیں - لڑکوں کو حکم دیا جائے

کہ وہ گلوں کو ادھر ادھر تتر بتر کر دیں۔ خیمے خالی کر دیے جائیں اور انہیں اونٹ گاڑیوں اور بیل گاڑیوں پر بار کر دیا جائے۔ عورتوں اور بچوں کو قیمتی ساز و سامان کے ساتھ گھوڑوں پر بٹھا دیا جائے۔ تمام ہتھیار اور اسلحہ سنبھال لو اور فوراً مشرق کی طرف فرار ہو جاؤ۔ لشکر کی آگ اور زیادہ بھڑکا دی جائے تاکہ روشنی سے دشمن دھوکا کھا جائے۔

جانوروں کے بہت سے گلے، بہت سا ساز و سامان اور تمام گاڑیاں نکل گئیں۔ منگول رجمنٹوں کو عقب داری کا فریضہ سونپا گیا اور انہیں اس بات پر مامور کیا گیا کہ دشمن اور فراریوں کے درمیان حائل ہو جائیں۔

شام ہوتے ہوتے جوچی نے اپنے لشکر کی ہولناک شکست کا لرزہ خیز منظر اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ جس وادی میں جنگ ہوئی۔ وہاں دشمن ہی دشمن نظر آ رہے تھے۔ منگلوں کی تعداد بہت کم رہ گئی تھی، جو تاب مقاومت نہیں رکھتے تھے۔

جوچی نے تموجین کے عقب میں چلنا شروع کیا۔ منگلوں کا لشکر برابر پسپائی اختیار کرتا جا رہا تھا۔

اس پسپائی کو روکنے کی کوئی تدبیر سمجھ میں نہ آتی تھی۔ دفعتاً تموجین ڈوبتے ہوئے سورج کو دیکھنے کے لئے مڑا پھر اس نے اپنے پرچم کی طرف قدم بڑھائے۔

گیلدار باقی ماندہ نگہبانوں کے ساتھ پرچم کے پاس کھڑا تھا۔ تموجین نے اسے حکم دیا کہ فوراً ان نگہبانوں کے ساتھ دشمن پر ٹوٹ پڑے اور ان کی صفوں میں سے گزرتا ہوا اس پہاڑی پر جھنڈا نصب کردے۔ جو بائیں طرف ہے۔

تھکے ہوئے اور خستہ درماندہ گیلدار نے جواب دیا:

"میں تعمیل حکم کرتا ہوں۔ کام آجاؤں تو میرے بچوں کا خیال رکھنا"۔

دشمن کریت کی صفوں کو چیرتا ہوا وہ آگے بڑھا۔ ایک لاحاصل کوشش ہے۔ جوچی سوچ رہا تھا۔ لیکن گیلدار نے یہ کارنامہ انجام دے ڈالا۔ وہ دشمن کی صف سے تیر کی طرح گزرتا پہاڑی پر جا پہنچا اور وہاں اس نے مغل پرچم نصب کردیا۔

اب سورج غروب ہو رہا تھا۔ کریت نے خیال کیا کہ تموجین کو کمک پہنچ گئی ہے اور وہی حملہ آور ہوئی ہے۔ جب آفتاب غروب ہوگیا۔ تو وہ ذرا پیچھے ہٹے کہ دیکھیں اصل ماجرا کیا ہے۔

اس موقع سے تموجین نے فائدہ اٹھایا۔ اس نے گیلدار کو واپس بلا لیا اور اسے حکم دیا کہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ بہ موئے خاور حملہ آور ہو۔ اس طرح وہ اپنی اور اپنے ساتھیوں کی زندگی بچا لے گیا۔

اس وقت اس نے اپنے بیٹے جوچی کو طلب کیا اور اسے حکم دیا کہ وہ پھر

حسب سابق شکار شروع کر دے کیونکہ اب گوشت اور پوست کی ضرورت اور بڑھ گئی تھی۔

طغرل خان نے جمبو گا اور اپنے ساتھیوں سے کہا:

"ایسے دشمن سے بھلا ہم خاک لڑائی جیت سکتے ہیں؟"

---

(٨)

فرماں روائے بامِ ایشیا

جب کبھی کوئی شخص مصائب کے دور میں ثابت قدم رہتا ہے تو دوسرے لوگ اس سے مدد کے جویا ہونے لگتے ہیں۔ خان منگول کے ساتھ بھی یہی ماجرا گزرا۔

جھیل بیکول کے مشرق میں رہنے والے تمام سردارانِ تیانُ طغرل کی بالادستی اور تفوق سے سخت سراسیمہ اور دہشت زدہ ہو گئے تھے۔ طغرل نے یہ اثر و اقتدار اپنی کثرتِ فوج کے بل بوتے پر حاصل کیا تھا۔

چنانچہ ان دہشت زدہ لوگوں نے تموجین کے پاس ایک وفد بھیجا کہ ان سے ہدایت حاصل کریں یا معلوم کریں کہ اس کے سلسلے میں کیا ارادے ہیں۔

تموجین نے ان کو ایک بڑی مجلس مشاورت میں مدعو کیا تاکہ یہ فیصلہ کیا

جائے کہ آئندہ کیا کرنا ہے۔ ان میں سے بعض تو وانگ خان کی اطاعت قبول کرنا چاہتے تھے۔ لیکن اکثریت اس بحران کے وقت میں تموجین کی قیادت کے حق میں تھی۔

تموجین نے تلخ لہجے میں کہا:

شروع ہی سے میں تم سے کہتا چلا آیا ہوں کہ اس علاقے کا ایک ہی سردار ہونا چاہیے۔ لیکن یہ بات تمہاری سمجھ میں نہیں آئی اور اب جب تمہیں اس اندیشے نے ستایا کہ "وانگ خان" تمہارا بھی وہی حشر کرے گا جو میرا کرنا چاہتا تھا تو تم میری قیادت پر اعتماد کرنے چلے آئے۔ خیر کوئی مضائقہ نہیں میں اس سرزمین پر جو ہمارے اسلاف و اجداد کی میراث ہے آنچ نہیں آنے دوں گا اور تمہارے بیٹے اسے ہر آفت سے محفوظ رکھوں گا۔

ان مشرقی قبائل کی قیادت قبول کرنے کے بعد تموجین نے ایک مہینے کی تاخیر بھی گوارا نہیں کی۔ وہ جانتا تھا کہ اس کے لئے فتح و ظفر کا راستہ صرف یہ ہے کہ مغربی قبائل پر قبل اس کے کہ وہ متحدہ صورت میں جمع ہوں اور موسم بہار شروع ہو۔ اسے حملہ کر دینا چاہیے۔ چنانچہ برف پگھلنے سے پہلے وہ اپنی سپاہ کو ساتھ لے کر باختر کی طرف چل پڑا۔

ایک طوفان کی طرح منگولوں کی یہ فوج بلاخیز دشمن کی آبادیوں اور چراگاہوں پر ٹوٹ پڑی۔

کریت جنگ کے لئے اس وقت تیار نہ تھے کہ یک بیک تموجین کی فوج سر پر آگئی۔ تموجین نے اس مال غنیمت کو سمیٹنے کی طرف بھی توجہ نہ کی جو ابریشمی زیتون، فولادی شمشیروں اور جامہ ہائے سیمیں پر مشتمل تھا۔ البتہ "خان بزرگ" کے خیمہ زربفت کو ان دو نوجوانوں کے حوالے کرنے میں ذرا سا توقف ضرور ہوا، جنہوں نے سب سے پہلے اسے آکر کریت کے حملے کی خبر شکار کے دوران میں دی تھی۔ جب وہ سواران کریت کے انبوہ میں پہنچا تو اس نے اپنے سواروں اور جنگ آزماؤں کی مدد سے ان کا محاصرہ کر لیا اور اطاعت کی صورت میں جان بخشی کا وعدہ کر لیا۔ اس نے کہا:۔

تم نے اپنے سردار کو بچانے کے لئے دلیری سے جنگ کی۔ اب میری سپاہ میں شامل ہو جاؤ۔ اور اسی وفاداری سے میری خدمت کرو۔"

تموجین کریت سپاہیوں کو غنائم گراں بہا سے بھی گراں تر سمجھتا تھا۔ آخر کار باقی ماندہ کریت اس کے پرچم تلے آگئے۔

لیکن خان منگول نے بڑی بے رحمی کے ساتھ دشمن کے سرداروں کا تعاقب جاری رکھا۔ "خان بزرگ" طغرل اپنے لڑکے کو لے کر باختر کے دور دراز مقام پر بھاگ گیا جہاں دونوں کو ترک قبائل نے ہلاک کر دیا۔ جموگا جس نے تموجین کو برباد کرنے کا منصوبہ تیار کیا تھا، زندہ گرفتار کر لیا گیا۔

تموجین نے اس سے سوال کیا:

" بتاؤ اپنے بارے میں تم کس سلوک کے مستحق ہو؟"

جموگا نے بغیر توقف کے جواب دیا:

" وہی جو میں تمہیں گرفتار کرنے کے بعد کرتا ـــــــــــ دھانہ موت کی طرف تمہیں آہستہ آہستہ ڈھکیلتا۔"

جموگا نے شکنجۂ آہنی کی طرف اشارہ کیا تھا۔ یعنی اعضائے بدن کا تدریجی طور پر قطع کرنا۔ پہلے دن انگلیوں کے جوڑ کاٹے جاتے تھے اور رفتہ رفتہ دوسرے اعضا قطع کر دیئے جاتے تھے۔ لیکن تموجین نے اپنے یہاں کے رواج پر عمل کیا جس کی رُو سے کسی شاہی خاندان کے فرد کا خون بہانا حرام تھا۔ چنانچہ اس نے حکم دیا کہ اسے کپڑوں کی گٹھڑیوں کے ڈھیر سے دبا دیا جائے اور یہ ہلاک ہو جائے۔

کریت کو مغلوب کرنے کے بعد تموجین نے کارواں گزرنے والے راستے پر کئی شہر اور کشت زار حاصل کر لیے۔ بیشتر فاتحان گوبی اپنی وقتی کامیابیوں پر قانع ہو جایا کرتے تھے، لیکن تموجین قناعت کے لفظ سے ناواقف تھا۔ وہ برابر مغرب کی جانب بڑھتا رہا۔ یہاں تک کہ وادی نیمان -- NAIMANS میں پہنچ گیا تاکہ اپنے دشمن قبائل کے آخری گروہ کی بھی سرکوبی کر ڈالے۔

تموجین اب عظیم دیوار چین سے ایک ہزار میل دُور نکل آیا تھا۔ مزید

چار سو میل کے فاصلہ پر اس نے فوجی سرداروں کو روانہ کیا اور انہیں حکم دیا کہ کوہِ سفید کے شمال سے صحرا کو طے کرتے ہوئے مغربی "بنج شہر" SRUUHGARU ۔ تک پہنچ جائیں ۔ یہاں تورک بستے تھے جو بلند پایہ تمدن کے حامل تھے ۔ یہاں تموجین کے فوجی افسروں نے وجیہہ شخصیتوں کو چوغوں میں ملبوس دیکھا ۔ یہ جنگ جو لوگ نہ تھے ۔ تاجروں، ستارہ شناسوں اور طبیبوں پر مشتمل تھے ۔ وحشی قبیلوں کو یہ لوگ عجیب سے نظر آئے ۔ انہوں نے انہیں گرفتار کر لیا اور تموجین کے پاس بھیج دیا ۔

ان گرفتار شدگان میں سے مغل سپاہی ایک باریش شخص کو جس کے ہاتھ میں ایک سنہری چیز تھی تموجین کے پاس لائے ۔

خان منگول نے سوال کیا :

"اس چیز کی کیوں اس طرح حفاظت کر رہے ہو ؟"

وہ بولا "یہ امانت ہے اور جب تک وہ شخص جس کی یہ چیز ہے ، مر نہ جائے ۔ میں اس کی حفاظت کروں گا ۔"

خان منگول نے کہا :

"تم وفادار شخص ہو ۔ لیکن تمہارا آقا ہلاک ہو چکا ۔ اور اب اس کی ہر چیز کا مالک میں ہوں ۔ بتاؤ یہ کیا چیز ہے ؟"

ڈاڑھی والے شخص کے ہاتھ میں طلائی مہر تھی۔

قیدی نے جو اپنے آقا کا وزیر تھا جواب دیا کہ یہ سونے کی ایک مہر ہے۔ اسے ہر تحریر پر ثبت کیا جاتا ہے۔ جو اس بات کا ثبوت ہوتا ہے کہ واقعی یہ فرمان شاہی ہے۔

تموجین نے حکم دیا کہ اس کے لئے ایسی ہی مہر فوراً تیار کی جائے۔ اس نے قیدی کو معاف کر دیا۔ اور اسے جوچی اور اپنے دوسرے لڑکوں کا اتالیق بنا دیا اور حکم دیا کہ انہیں لکھنا پڑھنا سکھائے۔ قیدی اور اس کے ہم قوموں نے لکھنا پڑھنا شاید بہت عرصہ پہلے مسیحی مبلغوں سے سیکھا تھا۔ گو تموجین پڑھنے لکھنے سے بالکل بے بہرہ تھا لیکن اس نے بہت جلد محسوس کر لیا کہ حساب کتاب اور فکر و درس کے لئے ضروری ہے کہ وہ کتاب کی شکل میں محفوظ ہو۔

تموجین نے تدبیر سے کام لیتے ہوئے کاروانی راستے کے مبلّغوں کے معاملات میں بھی کسی طرح کی مداخلت نہیں کی۔ خواہ وہ بدھ مت کے لامہ ہوں یا مسلمان یا نطوری عیسائی جو ایشیا میں برسرعمل تھے۔ منگولی شامان خود اس کی قوم پر روحانی اقتدار رکھتے تھے۔ چنانچہ اسے توقع تھی کہ بالآخر کی مختلف قوموں پر فرماں روائی کے سلسلے میں یہ مذہبی اور روحانی لوگ اس کے مددگار اور معاون ثابت ہوں گے۔

کامل پانچ سال تک خان منگول صحرائے گوبی اور اس کے قرب و جوار کو تاخت و تاراج کرتا رہا۔ تمام بادیہ نشین قبائل، مغل، ترک اور صحرا کے باشندے تموجین کے اقتدار اور قوت سے ہراساں تھے۔

تموجین کی قوت اور طاقت کا اب یہ عالم تھا کہ اس نے قبائل کے نزاع اور اختلافات کا خاتمہ کر دیا تھا۔ اس کی ہمت اور عزم کا سب لوہا مانتے تھے۔ امن و امان کا یہ حال تھا کہ بڑے بڑے قافلے بغیر کسی خوف کے پوری حفاظت

کے ساتھ دیوارِ چین تک بے دھڑک گزرتے چلے جاتے۔

وہ حکام اور سردار جنہوں نے حقِ دعا اور حقِ خدمت ادا کیا تھا مثلاً بیگیان اور برناتی انعام و اکرام سے سب سے پہلے نوازے گئے اور انہیں طرخانی منصب پر سرفراز کیا گیا

جو لوگ طرخان بنائے جاتے تھے وہ اس بات کے مجاز ہوتے تھے کہ زمین کا جو قطعہ چاہیں اپنے تصرف میں لے آئیں اور اسی طرح جنگ جیتنے پر جس کو چاہیں اپنا غلام بنالیں۔ یہ ہر طرح کے ٹیکس اور تعزیر سے بھی مستثنیٰ تھے حتیٰ کہ قتل کے جرم میں بھی ان سے باز پرس نہیں کی جاتی تھی۔

ان لوگوں کو جو طرخان کے خطاب سے نوازے گئے تھے اور دیگر سرداران صحرا کو تموجین نے ایک مجلسِ مشاورت میں طلب کیا۔ یہ مجلس دریا کے شمالی کنارے پر جہاں ان لوگوں نے نیا شہر قراقرم (صحرائے سیاہ) بسایا تھا منعقد ہوئی۔ یہاں سطح کے مکانات اور خس پوش قیام گاہیں بنی ہوئی تھیں۔

مشعلوں کی روشنی میں مجلسِ شوریٰ شروع ہوئی تو تموجین نے کہا:

وقت آگیا ہے کہ آپ لوگ اپنا ایک قائد منتخب کرلیں جو سب پر حکومت کرے۔ آپ لوگوں کی سلامتی کی بس اب یہی ایک صورت ہے۔

مجلسِ مشاورت نے تموجین کو اپنا قائد تسلیم کرلیا۔ ایک شخص نے اٹھ کر کہا:

ایک نیا اعزاز آپ کو حاصل ہوا ہے ۔ آپ کو اس منصب کے شایانِ شان نیا نام بھی اختیار کرنا چاہیے ۔ "چنگیز خان" میرے خیال میں بہترین نام ہے ۔ اس کے معنی ہیں۔ "خان بزرگ" یا آقائے بحر و بر

تو جین جو اَب چنگیز خاں تھا ——— نے وہ کام انجام دے ڈالا جسے پیرانِ خردمند ناممکن قرار دے چکے تھے ۔ اس نے تمام بادیہ نشینوں کو از کوہستان تا ایشیا تا بہ لبِ سمندر متحد کر کے ایک قوم بنا دیا اور ایک قائد کا فرماں بردار بنا دیا ۔

---

(۹)

دیوارِ چین کا انہدام

یہ زمانہ تیرھویں صدی عیسوی کے آغاز کا ہے۔

تموجین جو اَب چنگیز خاں کہلانے لگا تھا۔ ایک مرتبہ پھر کوہ قدرت گیا تاکہ دعا کرے اور اپنے آئندہ اقدام کے بارے میں فیصلہ کرے۔

بہت سے بادیہ نشین اس عقیدے کے حامل تھے، ان کا قائد چنگیز خاں آسمانی برکت و سعادت سے بہرہ اندوز ہوتا ہے۔ وہ جو کچھ سوچتا ہے، اس کی تہہ تک ہم نہیں پہنچ سکتے۔ چونکہ وہ بالکل جاہل تھا۔ لہٰذا اسے اپنے دست و بازو کی قوت پر زیادہ بھروسہ اور اعتماد تھا۔

اب تک اس کی کوشش صرف یہ رہی تھی کہ اپنی اور اپنے لوگوں کی جان بچائے۔ لیکن جب تمام بادیہ نشین باہم متحد ہو کر اس کے پرچم تلے جمع ہو گئے تو بھی یہ بے مایہ ہی تھے۔ نہ اسلحہ کی فراوانی تھی نہ وسائلِ آسائش میسر تھے۔ اپنے

آباؤ اجداد کی طرح ان کی زندگی کا دارو مدار بھی گلہ بانی پر تھا۔

باایں ہمہ یہ بادیہ نشین جاہ و جلال کے حامل تھے۔ اگر کسی شخص کی زندگی عبارت ہو اسپ رانی سے، صید و شکار سے، تو ضرور اسے اپنی ذہانت اور فراست پر ناز ہوگا، اگرچہ وہ دولتمند نہ ہو۔ ایسا شخص ان لوگوں کو حقارت کی نظر سے دیکھے گا جو دور دست مقامات پر گھر کے دروازے بند کر کے رہتے ہوں اور ضرورت کی چیزیں بازار سے خریدتے ہوں۔ شاید یہ ایسا بھی سوچتے ہوں گے ان کے بچے شہریوں کی طرح مدرسوں میں جائیں اور جب گھر واپس آئیں تو وہ چیزیں بھی ساتھ لائیں جو رونق بازار بنی ہوئی ہیں۔ اگرچہ خریدنے کے لیے جیب میں دام نہ ہوں۔

بس تو اس طرح کے خیالات چنگیز خاں کے دماغ میں گردش کر رہے تھے۔

اگرچہ ابھی تک چنگیز خاں کی قوم اپنے جاہل آباؤ اجداد کی سی زندگی بسر کر رہی تھی۔ لیکن آس پاس کی مہذب قومیں اختراعات میں مصروف تھیں اور شہروں اور ان کی فصیلوں کی تعمیر میں مشغول تھیں تاکہ اپنے تئیں دشمنوں سے محفوظ رکھ سکیں۔ بیرونی دنیا کی ان دولت مند مملکتوں سے کارواں پر کارواں سازو سامان —— از قبیل اسلحہ فولادی، پارچہ ہائے ریشمی اور بارہائے گندم —— لدے ہوئے گزرا کرتے تھے۔ یہ چیزیں ان بادیہ نشینوں کے لیے ایک نعمت غیر مترقبہ سے کم نہ تھیں۔

چنگیز خاں جیسا کہ وہ خود بارہا کہہ چکا تھا کوئی کاروباری شخص نہ تھا کہ ان منعمات کے خریدنے کے لئے اس کے پاس مال ودولت موجود ہو۔ لیکن اس کے پاس ایک چیز اور بھی تو تھی ـــــ تاخت وتاراج، قتل وغارت اور لوٹ مار کی قوت!

اس سال جب وہ "کوہ قدرت" سے نیچے اترا تو اپنے قدیم پرچم تلے اس نے اپنا خیمہ نصب کر دیا اور تمام سرداروں کو مخاطب کر کے کہا،

جو لوگ اچھے اور برُے وقت میں چٹان کی طرح ثابت قدم رہ کر میرے وفادار رہیں گے میں چاہتا ہوں انہیں "مغل" کے نام سے یاد کروں۔ میری خواہش اور آرزو ہے کہ مغل روئے زمین کی تمام اقوام کے مقابلے میں سربلند ہوں۔

یہ ایک انہونی سی بات تھی لیکن چنگیز خاں کے منہ سے نکلی تھی اور آج تک ایسا نہیں ہُوا تھا کہ اس کے منہ سے کوئی بات نکلی ہو اور پوری نہ ہوئی ہو۔

چنگیز خاں نے جوچی سے کہا:

اگر کسی کام کو انجام تک پہنچا سکو تو اس کے نتیجہ خیز اور مفید ہونے میں کلام نہیں۔

بہت جلد چنگیز خاں نے تمام وحشی مزاج بادیہ نشینوں کو ایک عظیم اور

طاقتور قوم میں تبدیل کر دیا۔ جو اب "مغل" کے نام سے یاد کئے جاتے تھے۔ اب اس نئی قوم ——— مغل ——— میں پر اسرار اویقور "تند خو کریت" سخت کوش منگول، درندہ خو تاتاری اور ترش رو مرکیت سب ہی شامل تھے۔ علاوہ ازیں شمال کے دشت یخ بستہ کے شکاری اور برفانی ہرنوں کے صیاد بھی۔

چنگیز سے پہلے دوسرے فاتحوں نے گوبی کے بادیہ نشینوں کو ایک جھنڈے تلے جمع کرنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن کوئی بھی وہ اقتدار حاصل نہ کر سکا جو چنگیز کے لئے مقدر تھا۔

اب دیرانِ چنگیز اس کا نام، احکام و فرامین پر سنہرے حروف میں لکھے تھے۔

چنگیز کا قانون ہر جاندار پر نافذ ہو کر رہتا تھا۔ خواہ وہ انسان ہو یا حیوان۔ مثلاً اگر کوئی شخص کسی کا جانور چرائے تو اس کی سزا اقرارِ جرم کے بعد موت تھی۔ جو سوار میدانِ رزم میں اپنے دستے سے الگ ہو جائے وہ زندہ نہیں رہ سکتا تھا۔

دوسرے مغلوں کو اب حصولِ مالِ غنیمت کے لیے سرگرداں ہونے کی ضرورت نہ تھی کیونکہ ہر شخص جانتا تھا کہ اس کا پورا پورا حصہ اسے مل کر رہے گا۔

بام الیشیا کے اس نئے فرماں روا کے احکام و ہدایات بڑی تیزی اور پھرتی سے ایک پڑاؤ سے دوسرے پڑاؤ تک تیز رفتار سواروں کے ذریعہ پہنچتے تھے۔ ہر منزل پر تازہ دم گھوڑے ان پیغام رسانوں کو تیار ملتے تھے۔ یہ پیغام رساں جن کے پاس چنگیز کے احکام ایک طلائی نلکی میں محفوظ ہوتے تھے ایک دن میں دو سو میل کا سفر بآسانی طے کر لیتے تھے۔ یہ سردی اور زہریری ہواؤں سے بچنے کے لیے اپنے چہرے کو چرب کر لیتے تھے۔ ان کی کمر سے گھنٹیاں بندھی ہوتی تھیں تاکہ دوسرے مسافر اور رہرو یہ آواز سُن کر پرے ہٹ جائیں اور انہیں راستہ دے دیں۔

آج سے چھ سو سال پہلے امریکہ میں ٹٹوؤں کے ذریعے پیام رسانی کا جو قاعدہ مروج تھا، مغل پیام رساں ان سے کہیں زیادہ تیز تھے۔

چنگیز خاں اپنے ساتھیوں میں سے کسی کے لیے یہ گوارا نہیں کر سکتا تھا کہ وہ زیادہ عرصہ تک سواری کئے رہے۔ موسمِ سرما میں جب برف باری کا زمانہ آتا تو وہ انہیں صید و شکار پر روانہ کر دیتا۔ جیسا کہ جوچی کی رہنمائی میں ایک شکار کا واقعہ بیان کیا جا چکا ہے اور جب موسمِ بہار میں زمین کا سینہ چیر کر گیاہِ سبز نمودار ہوتی تو سب سرداروں کو مجلسِ مشاورت میں حاضر ہونے کا حکم دیتا۔ وہ کہتا:

" جو حاضر نہ ہُوا وہ نابود کر دیا جائے گا جیسے کمان سے نکلا ہُوا تیر

سرمائی برف باری میں وہ شیروں وغیرہ کے شکار کو جایا کرتے تھے ۔

واپس نہیں آتا ۔

اس نے اپنے بعض افسروں کو ——— مثلاً سبوتائی کو ———
اندازِ کشور کشائی کی مشق پر مامور کیا تھا۔ ایک مرتبہ اس نے اپنے لوگوں کو صحرائے
گوبی سے پرے روانہ کیا اور حکم دیا کہ باغی ہسیا ASIA پر حکومت کو قرار

واقعی سزا دی جائے۔ کوہستانی علاقے میں رہنے والے لوگ اپنے آپ کو بہت محفوظ خیال کرتے تھے۔

یہ فاتح مغل اپنی مہم سے واپس آئے تو جانوروں کے بہت سے ریوڑ اور گلے لے کر ان کے ساتھ بہت سے یتیم بچے بھی تھے کہ عورتیں جسے چاہیں متبنیٰ بنالیں۔ بیل گاڑیوں پر بہت سے اسلحہ اور طرح طرح کا سازوسامان بھی لدا ہوا تھا اس کے بعد جہاں کہیں بھی مغل پرچم ظاہر ہوتا لوگوں پر اس سے اور بھی دہشت طاری ہوجاتی۔

اب چنگیز خاں نے "پیکان" کو اس کام پر مامور کیا کہ ملک ختا پر حملہ کرکے اس کو فتح کرلے۔

ملک ختا جو اب چین کہلاتا ہے۔ خانہ جنگی میں مبتلا تھا۔ کن یعنی شاہ زرّین (GOLDEN EMPEROR) جو چین کے شمالی حصہ پر حکمران تھا، سنگ (SUNG S) شاہ جنوبی چین سے برسرِپیکار تھا۔

چنگیز خاں کے مغلوں نے شہنشاہ زرّیں کی مدد کی۔ ایک بڑے لشکر کی سالاری پیکان کے ہاتھ میں تھی۔ اس موقع سے فائدہ اٹھا کہ وہ ختا کی سرزمین ثروت مند سے بخوبی آگاہ ہوگیا۔ یہ لوگ کامیاب و کامران صحرائے گوبی میں واپس آئے تو انہوں نے جو عجوبہ چیزیں دیکھی تھیں ان کا حال بیان کیا۔ سنگی محل اور شاہراہیں، رود پیما کشتیاں، تخت، مرد ان جن پر دولت مند لوگ چتر کے سایہ میں

تاکہ تمازتِ آفتاب سے محفوظ رہیں سوار ہو کر سیر کو نکلتے تھے اور پیادہ پا غلام انہیں اپنے دوشِ ناتواں پر لے کر چلتے تھے۔

یکان اور دوسرے مغلوں نے چنگیز خاں سے درخواست کی کہ انھیں ملک خطا پر حملہ کرنے اور اسے فتح کرنے کی اجازت دی جائے۔ انہیں یقین کامل تھا کہ وہ اس کو فتح کر لیں گے۔

لیکن اس نے یہ درخواست قبول نہ کی۔ وہ انھی لوگوں سے سن چکا تھا کہ خطا کے لوگ تعداد میں بھی بہت ہیں اور بھاری جمعیت بھی رکھتے ہیں۔ بہت سے لوگ ایسے شہروں میں رہتے ہیں جن کے ارد گرد فصیلیں بنی ہوئی ہیں اور جو اتنی اونچی ہیں جتنے بلند کوہ قدرت کے درخت۔ ان فصیلوں کے دفاع کے لیے ان کے پاس لشکر گراں موجود ہے جو منجنیقوں سے پتھر برساتا ہے اور جن کی توپیں آگ اگلتی ہیں

چنگیز خاں ان شہروں پر نیزہ و کماں کی مدد سے حملہ کرنا بے سود سمجھتا تھا۔ لیکن اس عرصہ میں اپنے صحرائی شہر قراقرم میں وہ کشورِ خطا کے قوت و صنعت کے بارے میں برابر سوچتا رہا۔

کبھی کبھی اپنی رجمنٹوں کو دیوارِ چین کے نیچے پریڈ کرنے کا حکم دیتا۔ جو میدانوں اور پہاڑوں پر قائم تھی جس پر برج بنے ہوئے تھے کہ خطا کے دفاع کا فریضہ اچھی طرح انجام دیا جا سکے۔

دیوارِ عظیم کے نگہبان مغلوں کے اس بے ضرر مارچ کو دیکھتے دیکھتے اس کے عادی ہو گئے تھے کہ ایک دن دفعتاً چنگیز خاں نے اپنی فوجوں کو حکم دیا کہ حملہ کر دیں۔ چنگیز کی فوج دیوارِ عظیم کے اندر داخل ہو گئی۔ ختائیوں کو اب تک احساس نہیں ہوا تھا کہ قیامت سر پہ پہنچ چکی ہے۔ چنگیز کی فوجوں نے ختائیوں پر حملہ کرنے کے بہانے ساحلی بربر قوم لیوٹنگ (LIAOTUNG) پر جس کے معنی مردانِ آہنی کے ہیں، حملہ کر دیا۔ یہ لوگ شہنشاہ زرین کے کٹر دشمن تھے۔

لیکن چنگیز خاں بتدریج بغیر اس کے کہ اس کا عزم آشکار ہو، سرزمین ختا پہ قدم رکھ چکا تھا۔

---

(۱۰)

مردِ خردمند

چنگیز خاں نے شہرِ ین کنگ پر تاخت کا آغاز کیا جو شہنشاہِ زرّین کا پایہ تخت تھا اور آجکل پکینگ کہلاتا ہے۔ پہلی بار اس نے ملکِ ختار شہر کی لمبی پھیلی ہوئی دیواروں کو جو پہاڑوں اور آبی راستوں تک محیط تھیں دیکھا۔ پھر وہ اپنے لشکر کے ساتھ بغیر کوئی نقصان پہنچائے ہوئے چلا گیا۔ البتہ راستے میں اس نے لوٹ مار ضرور کی کہ لشکر کے لئے رسد اور غذا کا سرو سامان بہم پہنچ سکے۔

بظاہر یہ دیوارِ عظیم کے باہر صرف ایک پرامن پریڈ تھی۔

البتہ ایک مضبوط ساحل شہر لیونگ کا "پیکان" نے سختی سے محاصرہ کر لیا تھا جس کا دفاع ختائی کر رہے تھے۔

لیکن "پیکان" زیادہ پیش قدمی نہ کر سکا۔ اس کے پاس ایسی کلیں

نہیں تھیں جن سے کام لے کر وہ دیواریں رخنہ کرسکتا۔

آخر مغلوں نے ایک ترکیب سوچی۔ انھوں نے اپنے خیموں، گاڑیوں، اور سارے سامان کو چھوڑا اور اس طرح روانہ ہوئے، گویا محاصرہ سے دست بردار ہوگئے ہیں۔

مغل دو روز تک آہستہ آہستہ پیچھے ہٹتے رہے اور پھر صبا رفتار گھوڑوں پر سوار ہوکر ایک رات کو یک بیک حملہ کردیا۔

لیوٹنگ کی فوج کے پاس ترکوئی ایسا سلسلہ نہ تھا کہ بر وقت انھیں مغلوں کے واپس آنے کی اطلاع مل سکتی۔

یہ لوگ اطمینان سے مغلوں کی چھوڑی ہوئی چیزوں پر قبضہ کرکے انھیں اندرونِ شہر لے جارہے تھے۔ شہر کے تمام دروازے کھلے ہوئے تھے۔ اور فوجیوں کے ساتھ شہری بھی اس لوٹ میں مستعدی اور سرگرمی کے ساتھ حصہ لے رہے تھے۔

سپیدۂ سحر نمودار ہوتے ہی، مغل سپاہ ختائیوں پر ٹوٹ پڑی اور شہر کے اندر داخل ہوگئی۔ سارا ختائی لشکر کاٹ کر ڈال دیا گیا۔

پیکان نے شہر پر قبضہ کرلیا اور اپنا وہ مال بھی واپس لے لیا جو ان لوگوں نے لوٹ لیا تھا۔

چنگیز خاں ہر سال ختا کے بارے میں کوئی نہ کوئی نئی چیز معلوم کرتا رہتا تھا۔اسے معلوم ہوا کہ شہنشاہِ زرّیں جو اگرچہ "لبیرِ آسمان" کے نام سے پکارا جاتا ہے، کاخِ شاہی سے باہر نہیں نکلتا - اس کا دربار اگرچہ "ابر فردوس" کے نام سے مشہور ہے، لیکن سرمستی اور جلبِ زر کا ذریعہ بنا ہوا ہے - ختا کے لاکھوں باشندے یا غلام تھے، یا کسان گداگر یا طالب علم اور تاجر تھے، یا سب سپاہی اور مزدور، لیکن یہ سب دی وانگ [illegible] یعنی شہنشاہِ زرّیں کو مافوق الانسان قوت وطاقت، کا سرچشمہ مانتے تھے -

چنگیز خاں نے اس بات کو دوسری طرح سے سوچا- اس نے اعلان کیا-

"پسرِ انسان ممکن ہے مافوق البشر ہو، لیکن یہ دی وانگ نرا احمق ہے اور ..... تاج وتخت کے ناقابل ہے"

اس نے دی وانگ کو جو پیام بھیجا، اس پیام کے انداز اور لب ولہجے سے بالکل نہیں معلوم ہوتا تھا کہ ایک بادیہ نشین، ایک شہنشاہ ذی جاہ کو مخاطب کر رہا ہے - اس نے پیام بھیجا۔

"میری حکومت اتنی استوار ہے کہ اب میں بہ آسانی ختا کی طرف پیش قدمی کرسکتا ہوں - کیا شہنشاہِ زریں میرا استقبال کرنے کو تیار ہے؟ میں

ایسے لشکرِ گراں کے ساتھ وارد ہو رہا ہوں جو سمندر کی لہروں کی طرح پُرجوش ہے۔ میں اس وقت تک ڈٹا رہوں گا جب تک قتل نہ ہو جاؤں یا فتح نہ حاصل کر لوں۔

چنگیز خاں کے پاس قریب ڈیڑھ لاکھ سواروں کی فوج تھی جس کی مدد سے وہ بارہ بڑے مضبوط اور مستحکم شہروں کی تسخیر کرنے چلا تھا۔ پھر سوال یہ ہے کہ آخر وہی وانگ کو اپنے عزم و ارادہ کی اطلاع دینا اس نے کیوں ضروری سمجھا تھا۔

اس اقدام کے دو سبب تھے پہلا یہ کہ مغلوں کا باتدبیر فرماں روا خود قبائلیوں سے شکستِ دیوار کا راز معلوم کر چکا تھا۔ دوسرا یہ کہ اس طرح وہ ختائیوں کو دہشت میں مبتلا کر دینا چاہتا تھا۔

چنانچہ ۱۲۱۱ء میں چنگیز خاں اپنا لشکرِ گراں لے کر خطا کی طرف بڑھا۔ جاسوس آگے آگے چل رہے تھے۔ ہراول دستے پیش پیش رواں دواں تھے۔ اس کے بعد مغل فوج چار ٹکڑوں میں متحرک ہوئی۔ جوچی اپنا لشکر لے کر ہونگ کی طرف بڑھا۔

ان فوجوں نے سارے ملک میں تہلکہ مچا دیا۔ بے شمار لوگ ہلاک ہوئے اور سینکڑوں اسیر کر لیے گئے۔ ختائی فوج گھیرے میں لے لی گئی۔ اس ترکیب سے قلیل فوج اپنی اصلی حالت سے کئی گناہ زیادہ طاقتور معلوم ہونے لگی۔

اور شہنشاہِ زرّین اپنے کاخِ بلند میں مصاحبوں اور رقاصاؤں کے جھرمٹ میں دہشت زدہ اور سراسیمہ بیٹھا تھا۔ خود اس کے رؤسا اور امرا ہی میں سے کچھ لوگوں نے اسے تخت سے گرا کر گھسیٹا اور ہلاک کر دیا اور اس کے بجائے ایک اور شخص ہسُوآن سونگ HUSANTSUNG کو تخت پر بٹھا دیا۔

لیکن ہسُو آن میں یارانہ تھا کہ ین کنگ میں ٹھہر سکتا۔ وہ اپنے وزیروں کے احتجاج کے باوجود جنوب کی طرف بھاگ گیا۔

چنگیز خاں یہی چاہتا تھا۔ جب نیا شہنشاہ اپنی رعایا کو اس حال میں چھوڑ کر بھاگ کھڑا ہوا تو وہ اور زیادہ بدحواس ہو گئے۔ اب کون بچائے گا، اب کس طرح بچیں گے۔

(۱۱)

ایک شہنشاہیت کا خاتمہ

مغلوں نے ختائیوں کو سنبھلنے کی ذرا مہلت نہ دی۔

سوارانِ گوبی نے وہاں کے کشت زاروں کو گھوڑوں کے سموں سے روند ڈالا۔ راستے میں جتنے دیہات پڑے انھیں نذرِ آتش کر دیا۔ جہاں ان کا پرچم افق میں نظر آتا، لوگ سراسیمگی کے عالم میں بھاگ کھڑے ہوتے۔

مردانِ ختا کے پاس اب کوئی بھی شہنشاہ نہ تھا جو وہ کر ان کی حفاظت کرتا۔ خانِ مغل کی راہ میں اب کوئی رکاوٹ باقی نہیں رہی تھی۔ وہ اندھا دھند آگوں کا تعاقب کر رہا تھا۔

چنگیز خاں، ہوسِ سلطنت کا مغرور شہنشاہ کی مذمت میں تیز زبان تھا۔

کئی سال پہلے شہنشاہ ختا نے بادیہ نشینانِ گوبی سے خراج طلب کیا تھا اور اب چنگیز خاں نے شہنشاہ کو پیام بھیج کر خراج کا اس سے مطالبہ کیا اور ہوسانِ تنگ نے صلح کی امید میں صدہا غلام اور اسپ صبا رفتار و سیم و زر سے بھری ہوئی گاڑیاں اس کی خدمت میں بھیجدیں لیکن صلح کی نعمت اسے حاصل نہ ہوسکی۔

اس واقعے کے بعد چند ختائی جنرل شہنشاہ سے منہ موڑ کر چنگیز خاں کے حاشیہ نشین بن گئے کیونکہ گو یہ وحشی تھا لیکن اس کی شجاعت شک و شبہ سے بالا تھی۔

اب مغلوں کو اور شہ ملی اور انہوں نے ختا کے مستحکم ترین شہروں کو فتح کرنا شروع کر دیا۔ انھوں نے باشندگانِ شہر سے وعدہ کیا کہ اگر وہ دروازے کھول دیں گے تو ان کی جان سے تعرض نہیں کیا جائے گا۔ لیکن ختا کی فوجوں نے بامردی کا مظاہرہ کیا اور دفاع کا سلسلہ جاری رکھا۔ مغلوں نے زمین سے لے کر فصیل کی اونچائی تک پشتے تعمیر کیئے۔ وہاں اوپر چڑھ گئے اور حملے کا آغاز شروع کر دیا۔

یہ مغل اپنے آگے کبھی اسیرانِ جنگ کو کر کے بڑھتے۔ ختائی سپاہی جب اپنے ہم قوموں اور ہم وطنوں کو سامنے دیکھتے تو قتل کرنے کے بجائے ہتھیار ڈال دیتے۔ ایک شہر نے جب ہر قیمت پر دفاع کا مظاہرہ

گیا تو مغل کسی نہ کسی طرح شہر کے اندر داخل ہو گئے اور جملہ باشندگانِ شہر کو ذبح کر دیا۔ صرف ماہر انجنیروں، طبیبوں اور معلموں کی جان نہیں لی۔ انہیں اور گوسفندوں کے گلے کو ہنکا کر خدمت گزاری کے لیے اپنے ساتھ لے گئے اور جاتے جاتے تمام مکانوں کو جلا دیا اور دیواروں کو ڈھا دیا۔

اکثر ایسا ہوتا کہ مفتوح شہر میں وہ خاک تک باقی نہ چھوڑتے، سوا اس گھاس کے جو چوپایوں کے چرنے کے کام آتا۔

اپنے پیچھے مغل کوئی ایسی چیز نہ چھوڑتے جس سے ختائی مقاومت اور مزاحمت کے سلسلے میں فائدہ حاصل کر سکتے۔

اس اثنا میں ملک ختا کے چند وفادار جنرلوں اور افسروں پہ یہ راز بھی منکشف ہو گیا کہ درحقیقت مغلوں کی تعداد بہت کم ہے اور انھی نے یہ حقیقت بھی محسوس کر لی کہ موسمِ سرما میں مغلوں کے گھوڑے کمزور اور خستہ ہو جایا کرتے ہیں۔ ان ختائی سرداروں نے بہادری کے ساتھ دفاع کا فریضہ ادا کیا اور شہنشاہ سے استدعا کی کہ مغلوں کو مار بھگانے کے لیے ایک لشکرِ گراں جلد از جلد تیار کیا جائے۔

ہوسان تنگ کے پاس فوج کے فراہم کرنے کے لیے نہ روپے کی کمی تھی، نہ آدمیوں کی۔ لیکن قبل اس کے کہ وہ اس سلسلے میں کوئی اقدام کرتا

تسخیر شدہ شمالی چین کا علاقہ موہولی ——— MUHULI

اور شہزادگان لیئو کو دے دیا جو ختائیوں کے پرانے دشمن تھے۔

چنگیز خاں نے یہ اس لیے کیا کہ وہ جانتا تھا کہ اس کے مقابلے میں یہ تعلیم یافتہ لوگ مردمانِ آشفتہ کو کام پر لگا لیں گے اور خزانہ جو خالی ہو چکا ہے اسے پھر معمور کر لیں گے۔ غالباً یہ مشورہ اسے ایک قیدی اسیر لی یوٹسائی۔ YELIU KUTSAI نے دیا تھا اور قائل بھی کر دیا تھا۔

اس تمام مدت میں چنگیز خاں نے ختا کے سب سے مستحکم اور مضبوط شہر ین کنگ کو ذرا بھی تسخیر کرنے کی کوشش نہ کی۔ لیکن اب کہ اس کا شہنشاہ فرار ہو چکا تھا اور وہاں کے باشندے منتشر اور پراگندہ ہو چکے تھے۔ اس کا سہارا ہی کیا رہ گیا تھا؟ اسے اب کہیں سے اور کسی طرف سے مدد نہیں مل سکتی تھی۔

اس حقیقت کو سمجھ لینے کے بعد چنگیز خاں نے اپنے چند معتمدوں سے کہا۔

یہ دیواریں اپنے مدافعین سے زیادہ مضبوط نہیں ہیں۔

چنگیز خاں نے سبوتائی کو صرف ہزار سواروں کے ساتھ ین کنگ کی طرف بھیجا اور لیو کے امیر کو بھی اس کے ساتھ کر دیا کہ یہ دونوں اس

ایک ایسی بات سننے میں آئی جس نے اسے زیادہ سراسیمہ اور حواس باختہ کر دیا۔

مغل سوار پوری سرگرمی کے ساتھ اس کا تعاقب کر رہے تھے۔ چنگیز خاں نے ایک پوری ڈویژن اس کا شکار کرنے پہ مامور کر دی تھی جیسے وہ آدمی نہیں جانور ہے۔ یہ سُن کر شہنشاہ نے اپنی عورتوں اور مصاحبوں کو جمع کیا اور سب کو لے کر سمت جنوب چلا گیا۔

تعاقب کرنے والے مغلوں نے بھی ستائے اور آرام کئے بغیر پیش قدمی جاری رکھی اور بالآخر اس کے بہت قریب پہنچ گئے۔ ہوسان تنگ نے اپنے دشمن کو سر پہ دیکھا تو دریائے زرد - (YELLOW RIVER) کی طرف بھاگا، تاکہ اپنے پرانے دشمن سنگ کے پاس پناہ لے۔

اب ختا واپس جانے کا اس کے لیے کوئی امکان باقی نہیں رہ گیا تھا۔

چنگیز خاں نے شہنشاہِ زریں پہ فتح حاصل کر لی۔

اب چنگیز خاں نے اپنی فوج کو آرام کا موقع دیا۔ اس اثنا میں سبوتائی آیا اور اس نے کوریا کے سر ہونے کی اطلاع دی "پیکان" کو بھی واپس کر دیا گیا کہ قراقرم جا کر وہاں کے حالات دیکھے۔

کی طرف سے وہاں کا بندوبست کریں - انھوں نے شہر کا محاصرہ کر لیا اور رسد بند کر دی -

شہر کے لوگ خود ہی آپس میں دست و گریباں تھے - کیونکہ اب کوئی سر دھرا تو رہ نہ گیا تھا - جب سلوتائی کے سوار مضافات میں نمودار ہوئے تو چند ختائی سردار اور سپاہی ان سے آکر مل گئے -

خاندانِ شاہی کی عورتیں بھوک سے بلبلا کر قصر سے باہر نکلیں لیکن گلیوں اور کوچوں میں پھنس کر رہ گئیں - ختائی سواروں نے شہر میں لوٹ مار کا بازار گرم کر دیا اور تھوڑی دیر کے بعد شہر کے متعدد علاقوں میں آگ بھڑک اٹھی - کسی کو لوٹ مار سے اتنی فرصت نہ تھی کہ آگ بجھانے کی کوشش کرتا -

قصرِ شاہی کے غلام اور خواجہ سرا جلدی جلدی گیلری سے ہوتے ہوئے بھاگے - ان کے ہاتھوں میں چوری کئے ہوئے ہیرے اور زیور تھے -

قصرِ شاہی کا ایوانِ خسروی سنسان پڑا تھا - کیونکہ سنتری بھی لوٹ مار میں شریک ہو گئے تھے - ختائی جنرل جو قصر کی نگہبانی پر مامور تھا اپنی جگہ ڈٹا ہوا تھا لیکن سوائے اس کے کہ وہ تاراج گری اور آتش زنی کا تماشا دیکھتا رہے اور کیا کر سکتا تھا -

میز پر شہنشاہ ہوسان تنگ کا آخری فرمان رکھا ہوا تھا - یہ بڑی جلدی میں لکھا گیا تھا - اس فرمان کی رُو سے ختا کے تمام مجرمین کی خطائیں معاف کر دی گئی تھیں اور وعدہ کیا گیا تھا کہ ان سپاہیوں کو بیش قرار انعامات دیے جائیں گے جو جنگ جاری رکھیں گے -

اس جنرل نے جو نگہبانی قصر پر مامور تھا ایک مرتبہ پھر اس فرمان کو پڑھا پھر وہ بیٹھ گیا اور لکھنے لگا - اس نے لکھا:

میں شرنے موت کا مستحق ہوں ـــ کہ ین کنگ کا دفاع نہ کر سکا جو میری کمان میں دیا گیا تھا

اس کے بعد اس جنرل نے اپنی تمام چیزیں اور تمام ملبوسات اپنے ملازموں کو تقسیم کر دیے اور انہیں رخصت کر دیا -

جب وہ تنہا رہ گیا اس نے ایک جام زہر لیا اور پی گیا - وہ اپنا فرض انجام دیتا ہوا مرا - وہ اپنے شہنشاہ سے زیادہ بہادر تھا -

مغل جلتے ہوئے شہر اور دہشت زدہ ہجوم میں داخل ہوئے لیکن اب یہاں کیا رہ گیا تھا -

قیدی چنگیز کے سامنے لائے گئے - ان میں یو تنگ کا ایک بلند قامت شہزادہ بھی تھا، جو ختائیوں کا ساتھ دے رہا تھا - اس کی عمیق اور پرکشش آواز نے چنگیز کو اپنی طرف متوجہ کر لیا - اس نے پوچھا:

تم نے ایسے خاندان کی خدمت کیوں کی جو تمہارے خاندان کا پرانا دشمن تھا؛

اس نے جواب دیا:-

میرا باپ شہنشاہ زریں کا خادم تھا: میں اس کے نقش قدم پر چلنے پر مجبور تھا -

اس جواب نے چنگیز خاں کو خوش کر دیا - اس نے شہزادے کا نام پوچھا تو معلوم ہوا کہ یہ یلی لیو کشائی ہے

چنگیز نے کہا:-

تم نے اپنے سابق آقا کی خدمت وفاداری کے ساتھ کی، پورے اعتماد

اُس نے تنہائی میں زہر کا پیالہ پی لیا

کے ساتھ تم میرے حلقۂ اطاعت میں شامل ہو جاؤ۔

یہ شہزادہ ایک فلسفی اور دانشور تھا۔ بہت جلد چنگیز خاں نے معلوم کر لیا کہ یہ فاضل شخص امراض دور کرنے کے لئے دوائیں بنا سکتا ہے اور ستاروں کی رفتار کا حال بتا سکتا ہے جو رات کو جھلملاتے رہتے ہیں۔

اور یہ "لی یو کٹسائی" باہیبت خان مغل کے سامنے بے باکی کے ساتھ سچی بات بھی کہہ ڈالتا تھا۔

متعدد مرتبہ اس نے شکست خوردہ لوگوں کی جان خان کے خشم و غضب سے بچائی۔ وہ کہتا ہے۔

"تو نے اپنی تلوار سے بڑے بڑے ملک فتح کیے لیکن یاد رکھو ان ملکوں کی نگہداری تلوار کے زور سے ممکن نہیں اس کے لئے تدبیر کی ضرورت ہے۔"

مغل سردار اسے خاطر میں نہ لاتے۔ اس کا مذاق اڑایا کرتے تھے۔ وہ اس سے کہتے:۔

"تم جیسے مرد کتابی، تمہیں جنگ سے کیا سروکار۔" یہ مرد دانشمند اُن لوگوں سے نہ مشتعل ہوتا نہ مرعوب۔ وہ کہتا۔

"تم کمان کے لئے کمان ساز کے پاس جاتے ہو۔ دانش حاصل کرنے کے لئے کتاب ساز کے پاس تمہیں آنا پڑے گا۔"

چنگیز خاں نے یہ حقیقت محسوس کر لی تھی اور وہ اِن ختائی دانشوراسیروں

سے یہ معلوم کرنے کا کام لے رہا تھا کہ پل کس طرح بنائے جاتے ہیں اور فصیلیں
کس طرح ڈھائی جاتی ہیں ۔

---

(۱۲)

شہنشاہِ قراقرم

چنگیز خاں اب کیا کرے گا؟

ایشیا میں ہر شخص کی زبان پر بس یہی ایک سوال تھا۔

اپنے صحرائی شہر قراقرم ——— ریگ سیاہ ——— میں اس نے ضرورت کی ہر چیز فراہم کرلی تھی۔ اس کے گلّے گیاہستان میں پھیلے ہوئے تھے۔ اس کے ساتھیوں اور قبیلوں کے لوگوں کے خیمے یہاں سے وہاں تک بکھرے ہوئے تھے۔

اب پڑوس میں کوئی ایسا دشمن نہیں رہ گیا تھا جس کی اسے فکر ہو۔ "پیکان" نے سب کچھ ٹھیک ٹھاک کر رکھا تھا۔

جس وقت چنگیز خاں ختا کی تسخیر میں منہمک تھا، ایک بادیہ نشین سردار

نے کوشش کی کہ کوہسار مغرب میں جو ختائے سیاہ — BLACK CATHERY
کے نام سے معروف تھا، اپنا اقتدار قائم کرلے۔ اس کی سرکوبی کے لئے پیکان
روانہ کیا گیا۔

پیکان اپنے سواروں کو لے کر تاخت میں مشغول ہوگیا۔ اس نے "ختائے
سیاہ" کے باغی کا سر کاٹ کر اپنے آقا کے حضور میں روانہ کردیا۔ ساتھ
ساتھ اس نے ایک ہزار سفید ناک والے گھوڑے بھی تحفے کے طور پر ارسال کیے
جو اس بات کی یاددہانی تھی کہ کئی برس پہلے چنگیز خاں نے جو اس کی جان
بچائی تھی، اس احسان کو اس نے فراموش نہیں کیا تھا۔

خانِ بزرگ (چنگیز) نے اپنے لفٹنٹ پیکان کو پیام بھیجا۔

"اس کامیابی پر مغرور نہ ہوجانا!"

چنگیز کو اپنے سرداروں سے اندیشہ نہیں تھا کہ وہ سرتابی کرسکیں گے۔
اس کے پیام رساں بحر اوقیانوس سے لے کر تبت تک جہاں کہیں تھی۔
اس کا فرمان لے کر جاتے وہ اس کے سامنے سرِ تسلیم خم کردیتے۔

چنگیز اب گنبد نما چرمی خیمے میں نشست نہیں رکھتا تھا۔ اب اس کا
خیمہ سفید نمدے کا تھا جس میں ریشمی استر لگا تھا۔ خیمے کے دروازے
پر ایک چاندی کی میز رکھی تھی جس پر بادیان کا دودھ، پھل اور گوشت وغیرہ
رکھے رہتے تھے کہ ہر آنے والا خوب جی بھر کے کھائے پیے۔

برتائی اور کفبہ کی دوسری خواتین مخمل کے لباس میں ملبوس رہتی تھیں جس پر موتی جڑے ہوئے ہوتے تھے۔ جوچی اور برتائی کے تین دوسرے بیٹے خانیوں کا سا لباس زیب تن کرتے تھے۔ یہ اپنی کلاہ کو خوبصورت پروں سے آراستہ کرتے تھے۔

خان مغل (چنگیز) کے پیچھے دبیرانِ ختائی موجود رہتے کہ جو کچھ کہے اسے لکھ لیں۔

البتہ چنگیز خاں کے لباس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی تھی۔ وہ اب بھی پہلے کی طرح لباس چرمی و پوستینی استعمال کرتا تھا۔ اس کی چشم باریک ہنوز تیز تھی کہ دور سے آتے ہوئے سوار کو افق میں دیکھ لیتا تھا۔

اس نے بادیہ نشینوں سے جو وعدہ کیا تھا۔ اسے نبایا۔ شہر قراقرم کے گرد اگرد چاول اور گیہوں وغیرہ کی ہریالیاں نظر آ رہی تھیں۔ انسانوں اور جانوروں کے لیے خوراک کا یہ ذخیرہ بہت کافی تھا۔

سیم و زر سے لدی ہوئی گاڑیاں بغیر کسی نگہبان یا پہرے دار خیموں کے پاس کھڑی تھیں، لیکن چنگیز کا قانون اتنا سخت تھا کہ کسی کی مجال نہ تھی کہ چوری کا ارادہ بھی کر سکے۔

اس قانون کے نفاذ نے آس پاس کے ہزاروں میل تک امن و امان قائم کر رکھا تھا۔ کسی شخص کی مجال نہ تھی کہ سردار کا حکم پائے بغیر ہتھیار

اٹھا سکے۔

لیکن ظفر مندمغلِ اعظم نے اپنی قوم سے جو وعدہ کر رکھا تھا وہ ابھی پورا نہیں ہوا تھا۔ اس نے وعدہ کیا تھا کہ اس قوم کو اقوامِ عالم کا سرتاج بنا دے گا۔

ایک روز چنگیز نے اپنے ایک ہمراہی طرخان سے پوچھا:

"انسان کو سب سے زیادہ کون سی چیز خوش کر سکتی ہے؟"

طرخان نے کچھ دیر سوچا۔ پھر کہا:

"ایک اسپ بادپا اور ایک عقاب بلند پرواز۔"

چنگیز خاں نے جواب دیا:

"نہیں ———— دشمن کو ہلاک کرنے، اس کا مال لوٹنے اور اس کی عورتوں کے نالہ و فغاں میں جو لذت ہے، وہ کسی چیز میں بھی نہیں"

چنگیز خاں کے بدن پر بے شمار زخموں کے نشانات تھے۔ اپنی چون[۵۱] سال کی زندگی میں وہ بے رحمی کے ساتھ جنگ کرتا رہا تھا۔ اپنی جملہ فتح مندیوں کے باوجود شاید وہ محسوس کر رہا تھا کہ ابھی اسے کچھ اور کرنا ہے۔

جو بات اس کے پیشِ نظر تھی۔ اسے کوئی بھی انجام نہیں دے

سرکا تھا۔ کئی برسوں سے وہ دماغ میں اس کا نقشہ اور منصوبہ تیار کر رہا تھا۔ اس نے بارہا جوچی سے کہا تھا۔ "ہم شروع کر دو تو اسے اتمام تک پہنچا کر دم لو۔"

چنگیز خاں ہنوز تندمزاج اور وحشی خصائل شخص تھا۔ اس کی نظر میں تہذیب و تمدن کی کوئی وقعت نہ تھی نہ بھرے پرے شہروں اور شہروں کے محلات کو وہ خاطر میں لاتا تھا۔ ان چیزوں کے بغیر بھی وہ زندگی بسر کر سکتا تھا۔

آخر کافی غور و فکر کے بعد وہ اس نتیجہ پر پہنچا کہ اپنے آدمیوں کے لیئے تہذیب و تمدن کی سود مندیوں سے فائدہ اٹھائے۔

پھر کیا تھا، سیم و زر، دیبا و حریر اور طرح طرح کے اسلحہ کاروانوں کے ذریعہ قراقرم آنے لگے۔

یہی نہیں۔ خانِ مغل نے حکم دیا کہ دانشور فلاسفر، معمار، انجنیئر اور ہنرمند قراقرم لائے جائیں اور ان سے کام لیا جائے۔

چنگیز خاں کا خیال تھا کہ میرے سردار جس طرح کوریا اور شمالی چین میں نظم و ضبط قائم رکھنے میں کامیاب ہیں اسی طرح ہر جگہ کر لیں گے۔ بہت جلد وہ وقت آنے والا ہے جب کوئی شہر اور قلعہ آس پاس کے مہذب و متمدن شہروں میں ایسا نہیں رہ جائے گا جو مغل فوج کا

مقابلہ کر سکے۔

اور پھر چنگیز کا خاندان صحرائے گوبی میں بیٹھ کر سارے ایشیا پر حکومت کر سکے گا۔ اس نے فیصلہ کیا کہ میرے دیر میرا اور میرے اہل خاندان کا نام طلائی حروف میں لکھیں۔ لہٰذا اب یہ خاندان التین اورک ALTYN URUK یعنی خانوادہ طلائی کے نام سے یاد کیا جائے گا۔

"میرے بیٹے فوجی جرنیلوں کی رہنمائی کیا کریں گے اور ہر سال مجلس کبیر میں ان سے صلاح مشورہ کیا کریں گے۔

ان کمانڈروں کی سرپرستی میں میری قوم —————— صحرائے گوبی کے مغل —————— ساری دنیا پر حکومت کرے گی۔"

یہ تھے چنگیز خاں کے خیالات۔ وہ اب ساری دنیا کو ایک وسیع چراگاہ سمجھ رہا تھا۔ جہاں افراد، اشخاص، چوپایوں کی طرح بلا چون و چرا اس کی اور اسکی قوم کی خدمت کریں گے۔

بلا شبہ انسانوں پر حکومت کرنے اور ان سے کام لینے کا سلیقہ مغلوں نے گلہ بانی کے طویل تجربے ہی سے حاصل کیا تھا۔

صحرانشین سردار کا یہ منصوبہ بڑا خطرناک تھا اور اس نے بڑی حد تک اس پر عمل بھی کرلیا۔ سوائے ایک بات کے اور یہ اس کی کوتاہی نہ تھی، کیونکہ وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ اس کے بیٹے اس کے سے نہ ہوں گے۔ بارے یہ جب بھی کوئی بات سوچتا تو اس حقیقت کو نظر سے اوجھل نہ ہونے دیتا۔ ایک مرتبہ اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا:

"ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ میرے پوتے، پڑپوتے زرکار لباس پہنیں گے اور ماہ جبیں عورتوں سے آغوش گرم رکھیں گے۔ وہ عیش و عشرت کی لذتوں میں غرق ہو جائیں گے اور ایسے یکسر فراموش کردیں گے کہ یہ سب میرا طفیل ہے۔

چنگیز نے جوچی اور برتانی کے بطن سے ہونے والے تینوں لڑکوں کے لیے بڑے قابل اتالیق مثلاً یلیو کشائی جیسے لوگ مامور کیے۔ وہ چاہتا تھا اس کے بیٹے پڑھ لکھ کر دانشور بن جائیں اور وہ نعمت حاصل کرلیں جس سے وہ محروم رہا تھا۔

لیکن جوچی میر شکار کے فرائض کے علاوہ جس چیز سے لذت حاصل کرتا تھا، وہ تھی مہم پسندی۔ ایک مرتبہ ایک دستہ کی راہنمائی کرتا ہوا وہ ایشیا کے سلسلۂ کوہ سے گزرا۔ یہاں اسے ایسے زرخیز میدان نظر آئے۔ جیسے مغلوں کی سرزمین پر نظر آتے تھے۔ چینی معلم سرزمین کو تاشن Ta-tasin

یعنی مغرب بعید کے نام سے یاد کرتے تھے۔ درحقیقت یہ وہ علاقہ تھا۔ جسے آجکل ہم روس کہتے ہیں۔ جوچی کا جی چاہا کہ یہیں رہ پڑے۔ لیکن فرض نے مجبور کر دیا اور اسے اپنی سرزمین پر واپس جانا پڑا۔

اسی زمانہ میں خود چنگیز بھی ایک نئے قطعۂ ارض سے واقف ہوا جو جنوب مغرب میں واقع تھا۔

یہاں پس کوہسار ایسی وادیاں تھیں جہاں کبھی برف باری نہیں ہوتی تھی۔ یہ سرزمین ایسے دریاؤں سے سیراب ہوتی تھی جو کبھی یخ بستہ نہیں ہوتے تھے۔ یہاں باغات تھے جو ہمیشہ سرسبز رہتے تھے۔

جو تاجر مال و اسباب سے لدے پھندے قراقرم آتے تھے۔ انھوں نے چنگیز خاں کو سمرقند کی داستانیں سنائیں جو باغات کا شہر تھا۔ بغداد کی کہانی سنائی جس پر خلیفۃ المسلمین کی حکومت تھی۔ انھوں نے اسے دمشق کے فولاد کی بنی ہوئی تلواریں دکھائیں جو بید کی طرح لچک جاتی اور مڑ جاتی تھیں۔ ان مسلمان تاجروں نے اسے عاج نگاریں، دیباج فروزاں، فروش گراں مایہ اور چراغِ سیمیں تحفے کے طور پر پیش کئے۔ یہ چیزیں کبھی خواب و خیال میں بھی چنگیز نے نہ دیکھی تھیں۔

چنگیز خاں کو جس چیز کی خواہش ہوتی تھی اسے وہ اہلِ کارواں سے روپیہ دے کر نہیں خریدتا تھا۔ مغل کسی چیز کا خریدنا جانتے ہی نہ تھے۔ یہ لوگ چیز کو تحفے کے طور پر لیتے تھے کہ خان مغلوں کی خدمت میں ہدیے کے طور پر پیش

کردیں گے اور اس کے بدلے میں تاجروں کو سونے اور چاندی کی سلاخیں یا دوسری گراں بہا چیزیں دے دیتے تھے۔ جس سے یہ تاجر مالا مال ہو جاتے تھے۔

اس تمام مدت میں چنگیز خاں اور اس کے آدمی ان تاجروں سے کوہستانی گزرگاہوں ، ہموار سڑکوں اور جنوب مغرب کے گیاہستانوں کے بارے میں کرید کرید کر معلومات حاصل کرتے رہے۔ کچھ عرصہ کے بعد مغلوں نے تاجروں کے بھیس میں اپنے جاسوس روانہ کیے کہ راستے کے بارے میں اچھی طرح معلومات حاصل کریں۔

چنگیز خاں جنوبی سمت کی اس سرزمین کو للچائی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ جہاں آفتاب ہمہ وقت چمکتا رہتا تھا۔ جہاں عالی شان مسجدیں تھیں۔ جہاں اونچے اونچے محلات تھے۔

خان مغل اس سرزمین زیبا کے بارے میں منصوبہ بازی کر ہی رہا تھا کہ خلاف توقع خلیفہ بغداد کا ایک پیام اس کے پاس پہنچا۔ خلیفہ کے کان تک تاجروں کے ذریعہ خان مغل کی شہرت پہنچ چکی تھی۔ پیام خفیہ تھا۔ چونکہ یہ پختہ سیاہی سے ایک شخص کے مُنڈے ہوئے سر پر لکھا گیا تھا۔ پھر جب بال بڑھ گئے تو وہ یہ پیام لے کر چنگیز خاں کے پاس پہنچ گیا۔

جب اس شخص کا سر پھر سے مونڈا گیا تو پختہ روشنائی سے لکھا ہوا پیام صاف نظر آنے لگا۔ مغلوں کے پاس اب مختلف ملکوں کے تعلیم یافتہ لوگوں کی بڑی

خفیہ پیغام اس کے منڈے ہوئے سر پر لکھا تھا

تعداد موجود تھی جو ہر زبان کی تحریریں پڑھ لیتے تھے۔

خلیفہ بغداد نے ایک دوسرے بادشاہ محمد شاہ کے خلاف خانِ مغل کی مدد طلب کی تھی جو اسے اسیر کر لینے کے درپے تھا۔

چنگیز خاں کو یہ التماسِ اعانت پسند نہ آئی۔ اگرچہ وہ خلیفہ کو مسلمانوں کا روحانی پیشوا خیال کرتا تھا اور عام طور پر روحانی لوگوں کی عزت و تکریم بھی کرتا تھا۔ اس نے محسوس کر لیا کہ خلیفہ ایک کمزور فرماں روا ہے ورنہ اس طرح

چوری چھپے پیام نہ بھیجتا - اس نے سفیر اور نمائندے محمد شاہ کی خدمت میں بھیج دیے تاکہ وہ حالات کا اندازہ لگائیں اور سمرقند وغیرہ سے تجارتی روابط پیدا کرنے کی سبیل نکالیں۔

سلطان محمد شاہ مغرور اور آتش خو تھا - وہ ان لوگوں کی گردن فوراً اڑا دیتا تھا جن سے وہ برہم ہو جائے - اس نے چنگیز کے ایلچیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا -

چنگیز ایلچیوں کو مامون سمجھتا تھا - جب اسے معلوم ہوا کہ اس کے ایلچی ہلاک کر دیے گئے تو اسے خلیفہ کا پیام یاد آیا اور وہ محمد شاہ سے لڑنے کو تیار ہو گیا۔

اپنا لشکر گراں لے کر روانہ ہونے سے پہلے اس نے محمد شاہ کو پیام بھیجا :۔

"اور اب جنگ ہوگی - انجام کیا ہوگا ؟ یہ سوائے خدا کے کسی کو نہیں معلوم"۔

مغل فوج نے جب پیش قدمی شروع کی تو برف باری شروع ہو گئی - اس بے وقت برفباری نے خان مغل کو پریشان اور سراسیمہ کر دیا - اس کے دل میں خیال آیا کہ شاید یہ آسمانی تنبیہ ہے کہ اسے لڑنے کے لیے نہ جانا چاہیے -

چنانچہ اس نے مرد دانشمند یلیو گٹسائی کو طلب کیا اور اس سے سوال کیا - اس حاضر جواب ختائی سردار نے جس کی دلی آرزو تھی کہ مغل جہاں تک ہو سکے چین سے دور تر ہو جائیں، فوراً عرض کیا

یہ اس بات کی نشانی ہے کہ سلطان سرمائے شمال، فرماں روائے آفتاب جنوب پر غالب آئے گا اور حکومت کرے گا -

اس جواب سے چنگیز خاں مطمئن ہو گیا اور کوچ کا بگل بجنے لگا۔

(۱۳)

بامِ جہاں کے اوپر

سمرقند کا راستہ ختا کی طرح ہموار نہ تھا۔ مغلوں کو ایک وسیع دشت بے آب طے کرنا پڑا۔ انہیں پہاڑوں پر سے گزرنا پڑا۔ جہاں سوا ایک درّے کے اور کوئی دوسرا راستہ نہ تھا۔ یہ گزرگاہ ——————————

—————— دروازۂ باد۔ THE GATF OF THE WIND کے نام سے مشہور تھا۔ اس کے بعد یخ بستہ پہاڑوں کا راستہ آیا جسے مغل بامِ جہاں THE ROOF OF THE WORLD کے نام سے یاد کرتے تھے۔

کارواں انہی راستے سے آتے جاتے تھے لیکن ان کا سامان اونٹوں پر لدا ہوتا تھا۔ اور جب گیاہستان میں پہنچتے تھے تو گھوڑوں سے کام لیتے تھے۔

فوراً چمڑے کے گنبد نما خیمے نصب کر دیتے۔

غرض اس طرح کی سختیاں جھیلتے ہوئے مغل دروازۂ باد تک پہنچ گئے۔

ہر سوار کے پاس غذا ۔۔۔ خشک گوشت، پنیر وغیرہ ۔۔۔۔ موجود تھا۔ گاڑیوں کو سبک اور مضبوط رسیوں سے باندھ دیا گیا تھا۔ تاکہ رہ نوردی آسان ہو جائے اور بوجھ اچھی طرح کھینچ سکیں۔ فاضل گھوڑے بھی تھے تاکہ تھکے ہوئے گھوڑوں کی جگہ انہیں استعمال کیا جائے۔ کلہاڑے بھی ساتھ تھے تاکہ ان سے درخت کاٹ کر گرائے جائیں اور ان کی لکڑی بطور پل کے دریا پر سے گزرنے یا درہ قطع کرنے کے لیے استعمال کی جائے۔

چینی انجینیروں نے مغلوں کو پل بنانے کا طریقہ سکھا دیا تھا۔ لی لیو کشائی نے اس پیش قدمی کے وقت جو روزنامچہ لکھا تھا، اس میں وہ لکھتا ہے:

حتیٰ کہ وسط تابستان میں برف کے تودے ان کوہساروں میں موجود تھے۔ مغل فوج کو برف کے بیچ میں سے گزرنا پڑا۔

اس طرح بڑھتے بڑھتے مغل "بام جہاں" کی چٹان کے قریب پہنچ گئے۔

آخر کار چنگیز خان کوہسار اعظم کی دیوار پھاند کر وسط ایشیا میں داخل ہو گیا۔ مغل سوار جانی نقصان سے محفوظ رہے۔ اگرچہ خود اپنے ہاتھوں اپنے

لیکن مغلوں کو یہ سہولت حاصل نہ تھی اور ان کی فوج کو بہرحال اسی راستے سے گذرنا تھا جدھر سے کوئی فوج اب تک گزرنے کی ہمت نہیں کر سکی تھی۔

شاید خود چنگیز کی بھی یہ خواہش نہ تھی کہ اس سفر کے لیے اپنے مرغزاروں کو الوداع کہے۔ ایک مرتبہ جب وہ ایک پہاڑی کے پاس سے گزر رہا تھا جو جنگل سے محیط تھی تو اس نے لگام کھینچ لی اور اس منظر میں کھو گیا۔ اس نے کہا:

شکار کے لئے کتنی اچھی جگہ ہے۔ کسی کہن سال اور معمر شخص کے لیے اس سے اچھی آسائش گاہ اور کون سی ہو سکتی ہے۔

اس کے بعد وہ پھر آگے بڑھ گیا۔ ی لیو کشائی نے اسے متنبہ کر دیا تھا کہ وہ اپنی مملکت کا بندوبست گھوڑے کی پیٹھ پر بیٹھ کر نہیں کر سکتا۔ لیکن چنگیز جانتا تھا کہ اس کا فرمان جہاں بھی پہنچے گا، اس کے پیرو سر جھکا دیں گے۔

چنگیز کے آدمی خشک سرزمین پر پہنچے پانی اور چارے کا سامان پہلے سے کر دیا گیا تھا تاکہ کوئی تکلیف نہ ہو کیونکہ موسم زمستان کے ختم ہوتے ہی پانی بہ افراط مل جاتا تھا۔

ندی ڈھیپیاں مغلوں کو طوفان سے محفوظ رکھتی تھیں۔ ضرورت ہوتی تو یہ

گائے کو ذبح کرنے اور اس کا گوشت کھانے پر مجبور ہو گئے۔

مغل فوج دریائے بائی شق کے قریب میدانی علاقے میں پہنچ گئی۔ برف جب پگھلا تو مغل شکار کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔ وہ اب قراقرم سے بارہ سو میل کے فاصلہ پر تھے۔

جب سبزہ زار کے حدود میں داخل ہوئے تو انھوں نے اپنی گاڑیاں پیچھے چھوڑ دیں۔ انھوں نے اپنے آپ کو چار صفوں میں منقسم کر لیا اور آمادہ کارزار دشمن کی طرف باگیں موڑیں۔

ایک صف کی کمان جوجی کے سپرد تھی۔ ایک مغل سردار بھی صلاح مشورہ کے لیے اس کے ساتھ تھا۔ جوجی اور اس کے سپاہیوں کے سامنے ایک خوبصورت سرزمین تھی۔ سر راہ پھلوں کے باغات بھی ان کی نظر سے گزرے وہ مقامات بھی دکھائی دیے جو درختوں کے جھنڈ سے آسمان کی طرف سر اٹھائے کھڑے تھے۔ جانور چراگاہوں میں چر رہے تھے۔ کوہسار میں موسم سرما کی یخ بستہ زندگی... گزارنے والوں کے دلوں کو ان مناظر نے لبھا لیا۔

دونوں فوجیں آمنے سامنے آئیں۔ مسلمانوں کی مرکزی فوج سلطان محمد شاہ کی سرکردگی میں جوجی کی سپاہ پر حملہ آور ہوئی۔ مسلمانوں کی فوج میں اشراف بھی تھے اور عوام بھی تھے۔ یہ بہادر بھی تھے اور جنگ آزما بھی

لیکن پہلی بار انھیں سوارانِ تیرہ رخسار، بجر سینہ پوش اور نیرنگ ساز سے مقابلہ پڑا تھا۔

دن بھر ہولناک لڑائی کا سلسلہ جاری رہا۔ سمرقند کا سلطان بہت دیر تک یہ محسوس نہیں کر سکا تھا کہ اس کے مقابل جو فوج ہے اصل فوج کا صرف ایک حصہ ہے۔ جوچی نے ایسا ظاہر کیا جیسے ساری فوج لے کر وہ چڑھ آیا ہے۔ شام کی تاریکی پھیلنے کے بعد اس نے بہت سے پٹاخے چھوڑے جو اس بات کی علامت تھی کہ اب لشکر خیمہ زن ہو رہا ہے اور پھر وہ اپنے سواروں کو لے کر سلامتی سے خیمہ زن ہو گیا۔

دوسرے دن جب سلطان محمد شاہ میدانِ جنگ میں پہنچا تو صرف لاشیں نظر آئیں، اس نے کہا:

"میری نظر سے آج تک ایسے بہادر نہیں گزرے تھے نہ ایسے ہنروریں نے دیکھے تھے جو کمان و شمشیر کے استعمال میں کمال رکھتے ہوں"

وہ درحقیقت بے رحم اور سفاک مغلوں سے کوئی نسبت نہ رکھتا تھا نہ چنگیز خاں سے جوان کا سردارِ اعظم تھا۔ مغل سوار آسانی سے بڑے بڑے دریاؤں کو عبور کر سکتے تھے اور ان کے انجینئر بآسانی اپنی قلعہ بندیوں کو مستحکم کر سکتے تھے۔

مغلوں نے ختائیوں سے غنیمت میں جو چیزیں حاصل کی تھیں ان میں

دونوں شہروں کے دفاع پر مامور کیا اور خود اپنا خزانہ لے کر دریاؤں کے ساتھ بہ سمت جنوب روانہ ہوا تاکہ دوسرا لشکر فراہم کرے۔

لیکن مغلوں نے دوسرا لشکر فراہم کرنے کا اسے موقع نہ دیا بے شمار جنگلی قبیلوں کو آگے رکھ کر ان دونوں عظیم شہروں پر جو تہذیبِ اسلامی کا گہوارہ تھے حملہ کیا اور انہیں ہتھیار ڈالنے پر مجبور کر دیا۔ اس کے بعد انہوں نے باقی ماندہ لوگوں کو شہر سے باہر نکالا اور انہیں اس طرح اکٹھا کیا جیسے ان کی مردم شماری کرنے والے ہوں۔

شہریوں میں سے تنومند لوگوں کو انہوں نے دوسرے شہروں کا محاصرہ کرنے کے لیے محفوظ کر لیا۔ ہنرور اور فن کار سرزمین مغول کی طرف روانہ کر دیے گئے۔ باقی لوگ جنہوں نے مزاحمت کی، قتل کر دیے گیے۔

شہر کے مسلمانوں کو اب تک اندازہ نہ تھا کہ ان پر کیسی بلا نازل ہوئی ہے۔ یہ قصہ مشہور ہے کہ چنگیز خاں چرمی خود پہن کر سیاہ رنگ کی زرہ لگا کر سوار ہوا اور بخارا کی مسجد میں سیڑھیوں پر گھوڑا کداتا ہوا داخل ہو گیا۔ وہاں جو لوگ موجود تھے ان سے کہا۔

میرے سواروں اور گھوڑوں کے لیے خوراک اور چارے کا بندوبست کرو۔ ایک تازہ وارد شخص نے جسے سقوط شہر کا حال معلوم نہ تھا پوچھا:

یہ کون آدمی ہے؟

بارود بھی تھی اور محاصرہ کرنے والی مشینیں بھی۔ چینیوں کو اب تک یہ معلوم نہ تھا کہ توپ میں بارود کیسے بھری جا سکتی ہے۔ وہ صرف پٹاخوں اور آتش بازیوں میں بارود استعمال کرتے تھے لیکن مغل دھواں پھیلانے والی ٹکیوں اور آگ برسانے والے نادوق میں بارود استعمال کرنے کا فن جانتے تھے۔

جب مسلمانوں نے صف بہ صف قریب ہو کر مغل لشکر کا مقابلہ کیا تو پیچھے سے ایک اور تازہ دم فوج نمودار ہوئی۔

سلطان محمد نے فیصلہ کیا کہ اپنے مستحکم ترین شہروں بخارا اور سمرقند میں واپس چلا جائے۔ اس کا خیال تھا کہ ان دونوں شہروں کا دفاع خود اپنے لشکر سے بخوبی کر سکتا ہے۔

سلطان محمد کو یہ نہیں معلوم تھا کہ چنگیز کی نظروں سے اس کا فیصلہ پوشیدہ نہیں۔ چنگیز خاں نے تیزی سے اس کا تعاقب کیا۔
مغل لشکر راستہ کٹا کر اتنی تیزی سے بڑھا کہ ترک لشکر کا راستہ روک کر کھڑا ہو گیا۔ اور پورے طور پر اسے اپنے محاصرے میں لے لیا
یہ حادثہ سلطان محمد کے لیے ناقابلِ یقین تھا۔ لیکن واقعہ بہرحال واقعہ تھا۔ اس کے تمام منصوبے خاک میں مل گئے۔

مغرور سلطان محمد شاہ نے اپنے آپ کو سخت گرداب میں مبتلا پایا۔ اب اس کے لیے صرف ایک ہی چارہ کار رہ گیا تھا۔ اپنے ہیلے لشکر کو اس نے

ایک شخص جو پاس کھڑا تھا، اس نے سرگوشی کے لہجے میں کہا:

"خاموش، یہ قہرِ الٰہی ہے جو ہم پر نازل ہوا ہے۔"

چنگیز خاں نے بڑی دشواری کے ساتھ لیکن پورے طور پر ان لوگوں کو یقین دلایا کہ وہ اتنا ہی طاقتور ہے جتنی تقدیرِ الٰہی۔

منگولوں کا ایک کرتب یہ تھا کہ وہ دشمنوں کو دہشت زدہ کر کے مفلوج کر دیتے تھے، اس نے ایک ترجمان کے ذریعے ساکنانِ شہر سے کہا:

"خدائی تقدیر یہ ہے کہ تمھارا بادشاہ تباہ و برباد ہو جائے۔ کیونکہ وہ مغرور اور معصیت کیش تھا اور سن لو کہ میں قہرِ الٰہی ہوں۔"

چنگیز خاں نے اپنے فیصلے کو عمل میں لانے کا منصوبہ تیار کر لیا۔ اس نے ییکان اور سبوتائی کو حکم دیا کہ حسبِ ضرورت فوج لے کر محمد شاہ کے تعاقب میں اس طرح روانہ ہوں جیسے شکار کے لیے کسی جانور کا پیچھا کرتے ہیں۔

---

(۱۴)

سلطانِ مغرور کی جستجو

"سلطان محمدؒ خوارزم شاہ کا تعاقب کرو، خواہ وہ دنیا کے کسی گوشے میں ہو۔ زندہ یا مردہ اسے میرے حضور میں پیش کرو۔ یہ کام اتنا مشکل نہیں ہے جتنا تم سمجھتے ہو۔"

یہ تھا چنگیز خاں کا فرمان جو اُس نے اپنے دلیر ترین سواروں کو جو ارخان (مارشل) کہلاتے تھے دیا۔ ایک شہنشاہ کا تعاقب کرنا اور اسے گرفتار کرنا کوئی معمولی کام نہ تھا۔

یہ اپریل ۱۲۲۰ء کا زمانہ تھا۔ دونوں ارخان اپنے سواروں کو لے کر سمرقند سے جنوب کی طرف روانہ ہوئے۔ کبھی گھوڑے کی پیٹھ پر اور کبھی دریائے آمو کی لہروں پر ڈولتے ہوئے شہتیروں کے ذریعے۔

سلطان محمد خوارزم شاہ اپنے خاندان اور خزانے کے ساتھ شہر بلخ پہنچا تاکہ نیا لشکر تیار کرے۔ اسی اثنا میں اس نے سُنا کہ مغل لشکر تعاقب میں آ رہا ہے۔

پہلے اس کا ارادہ ہوا کہ افغانستان کے سلسلۂ کوہ میں پناہ گزین ہو جائے۔ پھر اس نے سوچا کہ ان خطرناک بادیہ نشین سواروں کی دسترس سے جتنا زیادہ دُور ہو سکے اتنا ہی بہتر ہے۔ چنانچہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ صحرائی راستے سے مغرب کی طرف بڑھا۔ جب وہ نشاپور پہنچا، اس نے خیال کیا۔ اب اس کے اور تعاقب کرنے والے مُغل سواروں کے درمیان پانچ سو میل کی مسافت ہے۔

لیکن یہ اس کی غلطی تھی۔ پیکان، سبوتائی اور ان کے آدمی اس کے پیچھے پیچھے آ رہے تھے۔ انہوں نے صحرائی علاقہ عبور کر لیا تھا۔ صرف چند مقامات پر پانی یا چارہ حاصل کرنے کے لیے رکے۔ ان کے ہر سوار کے پاس ایک فاضل گھوڑا تھا۔ اس طرح سواری ادل بدل کر وہ ایک دن میں اسّی میل کا فاصلہ طے کر لیتے تھے۔

صحرائی راستے میں مغل سواروں کی نظر سے کچھ عرصے کے لئے سلطان کے نشانِ قدم اوجھل ہو گئے۔ لیکن ہراول دستوں نے آ کر بتا دیا کہ وہ آگے جا رہا ہے۔ مغل سواروں نے اپنا رُخ نیشاپور کی طرف

کر لیا۔

پریشان حال سلطان کو معلوم ہوگیا کہ اس کا تعاقب کیا جا رہا ہے اس نے اپنے خاندان کو پیچھے چھوڑا اور خود آگے بڑھ گیا۔ بنی ہر وہ شکار پر جا رہا تھا لیکن درحقیقت اپنے خزانے اور چند سرداروں کے ساتھ وہ فرار اختیار کر رہا تھا۔

مغل سوار نیشاپور کے دروازے پر پہنچ گئے۔ جب ان کو معلوم ہوا کہ سلطان یہاں سے چلا گیا ہے تو شہر کو چھوڑ کر وہ پھر اس کے تعاقب میں چل پڑے۔ چونکہ اب وہ کارواں کی وسیع شاہراہ پر چل رہے تھے، لہٰذا ان کی رفتار زیادہ تیز تھی۔

راستے میں ایرانی فوج نے انہیں روکا لیکن مغل ان کی صف چیرتے ہوئے آگے نکل گئے۔ اس معرکہ آرائی میں سلطان کے نشان قدم اوجھل ہو گئے۔ دونوں اُیخان الگ الگ ہو گئے۔ تاکہ دونوں میں سے کوئی بھی سلطان کو پالے۔ یوتائی کوہستان کے تنگ دروں سے گزرتا بحرِ خضر کی طرف (CASPIAN SEA) اور پیکان اپنے سواروں کو لے کر شاہ راہ کاروان اور صحرائے ایران کے مابین چل پڑا۔

یہ لوگ اتنے تیز جا رہے تھے کہ سلطان کے جاسوس اپنے آقا کو ان کی آمد سے بھی مطلع نہ کر سکے۔

سلطان سخت ہراساں تھا۔ کیونکہ اسے کوئی اندازہ نہ تھا کہ مغل

ـــــــــــ اس سے کتنی دور ہیں اس نے فیصلہ کیا کہ مغرب کی طرف کسی دور دراز ملک میں چلا جائے۔

ایک مضبوط برج میں اس نے اپنا خزانہ پوشیدہ کیا۔ پھر اپنے امرا اور سواروں کے ساتھ روانہ ہو گیا۔ اس کا رخ بغداد کی طرف تھا۔ وہاں وہی خلیفہ حکمران تھا، جس سے اس کی دشمنی چلی آ رہی تھی۔

اس نے خیال کیا اپنی چھوٹی سی جمعیت کے ساتھ جس تیزی سے وہ سفر کر سکتا ہے، اس رفتار سے کوئی فوج اس کا تعاقب نہیں کر سکتی۔ لیکن چند ہی روز کے بعد اس نے مغل چابک سواروں کو اپنے پیچھے آتے دیکھا جو نزدیک تر آ چکے تھے۔ بغیر شناخت کیے ہوئے اس پر انھوں نے چند تیر بھی چلائے۔

لیکن سلطان محمد خوارزم شاہ کو اس کا اسپ باد پا بھگا لے گیا۔ وہ بہت زیادہ ہراساں تھا۔ اس نے شاہراہ کارواں ترک کر دی اور بحر خضر کی طرف روانہ ہوا۔ صرف چند آدمی اس کے ساتھ تھے۔

جو کبھی زبردست شہنشاہ تھا، اب وہ ایک خانہ بدوش تھا۔ اور اپنی جان بچانے کے لئے بھاگا بھاگا پھرتا تھا۔ جو چند ساتھی رہ گئے تھے ان کی نظر میں بھی وہ حقیر ہو گیا۔

ایک رات چند تیر پاس کے خیمے میں لگے ہوئے پائے گئے - اس نے خیمے میں سونا چھوڑ دیا -

ایک بار اس نے اپنے ایک افسر سے کہا:

"کیا اس زمین پر کوئی ایسی جگہ نہیں ہے جہاں میں مغلوں کے گزند سے محفوظ رہ سکوں -"

دوستوں نے اسے مشورہ دیا کہ بحر خزر کا رخ کرے اور وہاں سے ایک کشتی لے کر کسی جزیرہ میں امن سے بیٹھ کر جنگی تیاری کرے۔

سلطان نے تاجر کا بھیس بدلا اور چند ملازموں کے ساتھ ایک دیہات میں جو بحر خضر کے مغربی ساحل پر واقع تھا پہنچا -

اگرچہ وہ خستہ اور بیمار تھا مگر ابھی موقع تھا کہ بغیر شناخت ہوئے نجات حاصل کرے - لیکن اس کی ایک غلطی نے کام بگاڑ دیا - نماز کے وقت وہ ایک چھوٹی سی مسجد میں داخل ہوا یہاں اس نے شاہی طمطراق کے ساتھ اصرار کیا کہ اس کے نام کا خطبہ پڑھا جائے۔

ایک شخص نے جسے سلطان کے ہاتھوں بہت دن ہوئے کوئی تکلیف پہنچی تھی - یہ بات سن لی اور مغلوں کو جا کر بتا دیا کہ سلطان مسجد میں ہے - مغل سواروں کی ایک فوج جس نے ایک ایرانی لشکر کو شکست دی تھی، اسی وقت اس دیہات میں پہنچی - سلطان محمد خوارزم شاہ ایک

گو مغل سلطان محمد خوارزم شاہ کو قتل نہ کر سکے لیکن ایک اعتبار سے وہی اس کے قاتل تھے۔ بیماری سے نڈھال اپنے وقت کا یہ شہنشاہ بالآخر ایک جزیرے میں وفات پا گیا۔ یہ شہنشاہ اب اتنا لیے نوا تھا کہ ایک ملازم نے اپنے پیراہن کا اسے کفن دیا۔

سبوتائی پیچھے واپس گیا کہ سلطان کے اہل خاندان اور خزانے کو حاصل کر کے اور چنگیز کے پاس بھیج دے۔ دونوں ارخان باختر کی طرف پیش قدمی کے لیے چنگیز سے اجازت کے طالب ہوئے جو مل گئی۔

دونوں اپنے عجیب غریب سفر پر روانہ ہوئے۔ زرخیز وادیوں سے ہوتے ہوئے کوہ قفقاز پہنچ گئے۔ ادیہاں کے بہادر مسلمانوں اور عیسائیوں کی مقاومت کو پارہ پارہ کر دیا۔ یہاں کے وحشی خصائل دشت نشینوں کو بھی پراگندہ کر دیا۔

سبوتائی نے اپنی فوج میں اور اضافہ کر لیا۔ اس کے چینی مشیروں نے ان لوگوں کی مردم شماری بھی کر لی، جنہوں نے اطاعت قبول کر لی تھی۔ نیز انہوں نے چاندی کی کانوں کا محل وقوع بھی دریافت کر لیا تھا اور شاہراہ کارواں بھی۔

عقب میں مغل جاسوس خبریں حاصل کرتے اور اطلاع دیتے رہے۔ کیونکہ چنگیز خاں نے یہ منصوبہ بنایا تھا کہ جب کھوجی اور ارخان گزر چکیں گے

وہ شخص باہر چلا گیا اور بتایا کہ شاہ کہاں ہے ۔

ماہی گیر کی کشتی پر سوار ہو چکا تھا ۔ مغلوں کے تیر کشتی پر برسنے لگے ۔ چند مغل سواروں نے گھوڑے پانی میں ڈال دیے ۔

• لیکن کشتی بچ گئی •

تو ان کے بعد منگول آئیں گے اور ان زرخیز علاقوں پر قبضہ کر لیں گے
جن میں جگہ جگہ بڑے بڑے شہر پھیلے ہوئے ہیں۔

بہادران پیش قدمی کرتے کرتے روس کی سرزمین تک پہنچ گئے۔ ان دونوں
ظفرمند سرداروں نے کپچاک چینی روسی بادیہ نشینوں کو بھی تہس نہس کر دیا۔
یہ مغرب سے بڑھے اور ینپر (DNIEPER) تک پہنچ گئے

یہاں روسی امرا نے مقابلے کا ارادہ کیا۔ یہ امرا KIEVE یعنی گنبد زریں
والے شہر سے آئے تھے۔ ان کے ساتھ شمشیر زنوں کی ایک جماعت بھی تھی۔
لیکن ان کے پاس سبوتائی جیسا کوئی سردار نہ تھا

حیلہ ساز مغل، روسیوں کو دھوکہ دینے کے لیے چند روز تک پسپا
ہوتے رہے اور عین اس وقت جب روسی لشکر ایک چھوٹے سے دریا کو
عبور کر رہا تھا، ناگہاں واپس آئے اور زبردست حملہ کر دیا۔

اس معرکے میں کیف کے صرف چند امرا اور شمشیر زن بچ سکے۔

روسی علاقے کو تسخیر کرنے کے بعد بیکان اور سبوتائی بحرِ اسود
(BLACK SEA) کی طرف روانہ ہوئے۔ یہاں بہادر بیکان بیمار
پڑا اور مر گیا۔ سبوتائی نے اس کی فوج بھی اپنی کمان میں لے لی۔

اب وہ یورپ کی طرف بڑھ رہا تھا کہ چنگیز خاں نے مجلسِ مشاورت
میں حصہ لینے کے لیے اسے طلب کر لیا۔

اب تک، سبوتائی نے کرۂ ارض کا ایک چوتھائی حصہ فتح کر دیا تھا اور تمام مخالف قوتوں کو شکست دے دی تھی۔

ایک ایرانی وقائع نگار لکھتا ہے:

"ایک جنگجو قوم ——— مغل ——— مشرق سے نکلی اور بحر خزر کے ساحل تک پہنچ گئی۔ اس نے ایک عالمگیر تباہی مچائی اور راستے بھر موت کے بیج بوتی چلی گئی ——— پھر سلامتی کے ساتھ مالِ غنیمت سے لدی پھندی اپنے سردار کے سامنے حاضر ہو گئی اور یہ سب کچھ دو سال کی مدت میں ہو گیا۔

---

(۱۵)

دورِ دہشت

چنگیز خاں نے ایک بہت بڑی مملکت فتح کر لی - لیکن جیساکہ لوکشائی نے کہا تھا، یہ مملکت اسے سنبھالنی مشکل ہوگئی -

چنگیز نے بہت سے اسلامی ممالک پر بغیر کسی مزاحمت کے قبضہ کر لیا - ان معرکہ آرائیوں میں اس کے بہت سے سوار ضائع ہوئے - اس کے اتحادیوں کی ایک جماعت جس میں مسیحی بھی شامل تھے واپس جانے کے لیے بیتاب تھی - وہ انہیں رخصت کرنے پر مجبور ہوگیا-

مغل سواروں کی ایک بڑی تعداد ہیوتائی کے ساتھ مغرب میں اور دوسری بڑی تعداد شمالی چین میں موہولی کے پاس رکی ہوئی تھی -

جو سوار چنگیز خاں کے ساتھ تھے وہ ترک اور ایرانی سورماؤں کے مقابلے میں ایک اور دوسری نسبت رکھتے تھے اور یہ ترک اور ایرانی انسان کی صورت تک [illegible] سے نفرت کرتے تھے۔

ترکوں اور ایرانیوں کے علاوہ کچھ اور رزم جو اور آزاد و خود مختار قومیں بھی موجود تھیں۔ یہ بات لیو تشائی نے چنگیز خاں کو بتائی تھی بلکہ اس نے اس نئی دنیا کا نقشہ بھی تیار کر لیا تھا۔ جب چنگیز خاں شہروں کو ویران اور آبادیوں کو قتل کر رہا تھا، یہ ختائی دانشور ادبیات، پہیلوں اور نئی نئی تحریروں کے ذریعے اسرار و رموز دریافت کرنے میں لگا ہوا تھا۔

ایک مرتبہ چنگیز نے سبز رنگ کا ایک جانور جس کے سر پر ہرن کے سے سینگ تھے خواب میں دیکھا۔ یہ جانور اس سے دوستانہ انداز میں کچھ باتیں کر رہا تھا لیکن وہ اس کی زبان نہ سمجھ سکا۔ اس نے لی یو کشائی سے اس کی تعبیر پوچھی۔

اس مرد ہوش مند نے جواب دیا:

اس جانور کا نام کیوان ہے، یہ زندہ آدمیوں سے محبت کرتا ہے۔
اور اس آدمی کے قریب بھی نہیں جاتا جو خوں ریزی کرتا ہے۔

اس زمانے میں چنگیز آزردہ خاطر رہنے لگا تھا کیونکہ بہت سے مغل جنوب کے موسم گرما کی تاب نہ لا سکے اور بیمار پڑ گئے۔ لیکن وہ

اپنی فتح مندیوں پر قانع ہوکر صحرائے گوبی واپس جانے کے لئے تیار نہ تھا جیساکہ یوکشائی امید لگائے بیٹھا تھا۔ اس نے گرمی کا علاج یہ سوچا کہ اپنی فوج کو شمالی کوہستان میں شکار اور آرام کے لئے بھیج دیا جہاں ہوا زیادہ خنک تھی۔

ایک اور بات بھی تھی جس نے چنگیز کو آشفتہ خاطر کر رکھا تھا۔ پہلی مرتبہ اس کے دو بیٹے ——— جوجی و چغتائی ——— باہم لڑ پڑے تھے۔ ان دونوں نے سلطان محمد خوارزم شاہ کے ایک شہر ارگنج کا محاصرہ کیا تھا جو صحرا سے کاروان گزرا کرتے تھے۔ یہ ایسی جگہ تھا جہاں رود آمو بحرِ ارال میں گرتی تھی۔

جوجی اس شہر کو باقی رکھنا چاہتا تھا کیونکہ یہ مغربی علاقے میں واقع تھا جو اس کے قبضہ میں تھا۔ نیز کیفریا جسے وزیر عقوبت MASTER OF PUNISHMENT کا منصب حاصل تھا اس پر مصر تھا کہ اسے زمین کے برابر کر دیا جائے اور اس کے باشندوں کو مبتلائے آفات کیا جائے کیونکہ انہوں نے مغلوں کا مقابلہ کیا تھا۔

چنگیز نے دونوں کو اس باہمی جنگ پر ملامت کی۔ لیکن چغتائی کو اجازت دی کہ جو کچھ کرنا چاہتا ہے کرے

چنگیز نے اپنے بیٹوں اور خانوں سے کہا۔ سوائے اس صورت کے

کہ میرا فرمان صریح موجود ہو، ہرگز دشمن کے ساتھ رعایت نہ کرو۔ صرف ستم گر، ہی سے یہ لوگ مطیع و منقاد رہ سکتے ہیں۔ ایک مفتوح دشمن کبھی رام نہیں ہو سکتا۔ وہ ہمیشہ اپنے نئے آقا سے نفرت کرتا ہے۔

جوچی باپ کے حکم سے آزردہ ہو گیا۔ اس نے اجازت چاہی کہ دشت شمال کی طرف واپس جائے۔

چنگیز خاں چاہتا تھا کہ سرکش مسلمانوں کو وحشت زدہ کر کے محکوم بنا لے۔ اس نے مسلمانوں کے ساتھ تاتاریوں کے مقابلے میں کہیں زیادہ سفاکی اور بے رحمی کا برتاؤ کیا۔

جب مغلوں نے امرگنج پر حملہ کیا تو اس شہر کا نام و نشان ہمیشہ کے لئے مٹا دیا۔ مغلوں نے دریائے آمو کا رخ بند باندھ کر بدل دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پانی شہر کے ویرانے میں داخل ہو گیا۔ وہ لوگ جو چھپے ہوئے تھے غرق ہو گئے۔ اس کے بعد امرگنج کا نام صفحۂ ہستی سے مٹ گیا۔

یہ وہ وقت تھا جب سبوتائی کو چنگیز نے باختر سے واپس بلایا تھا۔ مجلس مشاورت میں اس نے اپنے فوجی سرداروں سے کہا:

"باقاعدہ جنگ سے گریز کیا جائے۔ عیاری سے کام لے کر دشمن کو مغلوب کیا جائے اور پھر قتل عام شروع کیا جائے۔"

چنگیز نے اپنے سب سے چھوٹے بیٹے ترلوئی کو سب سے بڑا منصب امیرِ جنگ MASTER OF WAR کا بخشا۔

تولوئی کی عمر کا بڑا حصہ لڑائیوں میں صرف ہوا تھا لیکن اس نے بھائیوں سے کبھی جنگ نہیں کی تھی۔ لہٰذا باپ نے اسے تمام فوج کا سپہ سالار بنا دیا۔ تولوئی نے صرف ایک مرتبہ باپ کی نافرمانی کی، پھر ہمیشہ کے لئے توبہ کر لی۔

اب تولائی ایران میں مغلوں کے خلاف شورش دبانے کے لئے بھیجا گیا۔ اس شورش کا سرغنہ سلطان محمد کا ایک بیٹا جلال الدین خوارزم شاہ تھا۔ اس منچلے اور بہادر شخص نے قسم کھائی تھی کہ مغلوں سے باپ کا بدلہ لے کر رہے گا اور جب تک زندہ ہے تلوار نیام میں نہیں رکھے گا۔ تولوئی کا لشکر جلال الدین کی تلاش میں مرو پہنچا۔ یہ شہر اپنے باغات اور کتب خانوں کی وجہ سے مشہور تھا۔ پہلے حملہ میں مغلوں کو ناکامی ہوئی۔ اس کے بعد انہوں نے عیاری اور چالاکی سے کام لے کر اپنا مقصد حاصل کر لیا۔

مغل اپنے خیموں میں چپ چاپ بیٹھ گئے اور انتظار کرنے لگے کہ اہل لبانِ شہر صلح کی گفت و شنید کے لئے کسی نمائندے کو بھیجتے ہیں یا نہیں؟ کچھ عرصہ کے بعد ایک غیر مسلح شخص آیا۔ یہ امام شہر تھا۔ اس امام نے کہا، میں سرکاری نمائندہ نہیں ہوں لیکن مجھے گورنر نے جس کا نام میرک ہے آپ کے پاس بھیجا ہے۔

مغلوں نے اس کے ساتھ بڑا اچھا برتاؤ کیا اور اسے سلامتی کے ساتھ واپس کر دیا۔

اس کے ساتھ اس سلوک کو دیکھ کر میرک خود چند غلاموں اور گھوڑوں کے ساتھ تحائف لے کر شہر کے دروازے سے برآمد ہوا۔

تولوئی نے یہ تحائف قبول کر لیے اور اپنی طرف سے اسے ایک خلعت عطا کیا اور رات کے کھانے پر مدعو کیا۔

گورنر نے شہزادے سے بڑی گفتگو کرنی چاہی لیکن چالاک تولوئی نے اسے جان بخشی کا مژدہ سنا کر خوش کر دیا اور کہا کہ شہر کے امرا اور اپنے دوستوں کو بھی بلا بھیجئے، ان سے کچھ کام ہے۔ ان کا بھی آپ کی طرح اعزاز و اکرام کیا جائے گا۔

میرک نے اپنے غلام کو شہر بھیجا کہ اس کے خاص خاص دوستوں کو بلا لائے۔

جب یہ سب لوگ آ گئے تو تولوئی نے فرمائش کی کہ شہر کے چھ سو دولت مند آدمیوں کی فہرست تیار کر کے فوراً اس کے سامنے پیش کی جائے۔

گورنر اور اس کے ساتھیوں نے چھ سو چوٹی کے جاگیرداروں اور تاجروں کی فہرست بنا کر دی۔ ان کے ذہن میں ذرا بھی یہ وسوسہ نہیں تھا کہ ان کے ساتھ چال چلی جا رہی ہے۔

منگولوں نے دہشت زدہ گورنر کے سامنے اس کے تمام ساتھیوں کو قتل کر دیا اور اس کے بعد چھ سو آدمیوں کی فہرست دے کر ایک مغل افسر کو شہر بھیجا کہ انہیں بلا لائے۔

چونکہ یہ فہرست میرک، اور اس کے دوستوں نے اپنے ہاتھ سے لکھی تھی، ان لوگوں نے یقین کر لیا اور چلے آئے۔

جیسے ہی یہ لوگ باہر نکلے مغل سواروں نے انہیں گرفتار کر لیا اور دروازۂ شہر پر قبضہ کر لیا۔ اب کوئی ایسا شخص نہیں تھا جس سے اہالیانِ شہر مشورہ کر سکتے۔

مغل سوار شہر میں داخل ہو گئے اور ظاہر یہ کیا کہ گورنر کی طرف سے آئے ہیں۔ انہوں نے باشندگانِ شہر کو مجبور کیا کہ اپنی تمام قیمتی چیزیں سمیٹ کر شہر سے باہر نکل آئیں۔ یہ سلسلہ چار دن تک جاری رہا۔ تولوئی ایک اونچے تختِ پر زربفت کی مسند پر بیٹھا یہ منظر دیکھتا رہا۔

مغلوں نے تمام ایرانی افسروں کو تولوئی کے سامنے پیش کیا۔ اور ان سے کہا کہ سر جھکا لیں۔ پھر یکے بعد دیگرے سب کی گردنیں اڑا دیں۔

کسی میں مزاحمت کی طاقت نہ تھی۔ تولوئی کے سامنے مغل سواروں نے باشندگانِ شہر کو مع ان کے مال و متاع کے پیش کیا اور سب

کو قتل کر دیا۔ صرف چند بچوں اور چار سو آدمیوں کو جو کوئی ہنر جانتے تھے، زندہ رکھا۔

جو چھ سو دولتمند قیدی موجود تھے، ان پر ایسے ظلم توڑے کہ انہوں نے اپنی ہر چیز کا پتہ نشان بتا دیا ——— اس کے بعد مغلوں نے سارے شہر کی تلاشی لی اور ہر مکان ڈھا دیا۔ جو بچے کھچے لوگ

ایرانی شہزادوں کا ایک ایک کر کے سر قلم کر دیا گیا۔

تہہ خانوں میں چھپے ہوئے تھے بس ان کی جان سلامت تھی۔ لیکن چند روز کے بعد مغل سواروں نے انھیں بھی ڈھونڈ نکالا اور ہلاک کر دیا۔ اس طرح مغلوں میں سے ایک آدمی بھی زخمی نہ ہوا۔ انہوں نے اپنی چالاکی اور دھوکہ بازی سے مرو کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔

ایک اور شہر میں، جہاں کے باشندے جان بچانے کے لیے چھپ گئے تھے، مغلوں نے ایک اور ترکیب کی۔ انہوں نے مؤذن کو پکڑا اور حکم دیا کہ اذان دے۔ اذان کی آواز سن کر لوگ جو ادھر ادھر چھپے ہوئے تھے، باہر نکل آئے لیکن نماز نہ پڑھ سکے۔ پکڑ لیے گئے اور قتل کر دیے گئے۔

ہام جہاں سے لے کر بغداد کی دور دست تر زمین تک باقی ماندہ لوگوں کا یہ عالم تھا کہ ان میں اکثر کسی مغل سوار کو دیکھ لیتے تو اپنے بچانے کی جد و جہد بھی نہ کرتے۔

ان میں سے ایک آدمی کا بیان ہے:۔

"ہم سترہ آدمی چلے جا رہے تھے۔ اتنے میں ایک تاتاری سوار نظر آیا۔ اس نے ہمیں حکم دیا کہ ایک دوسرے کی مشکیں کس لیں۔ میرے ساتھی اس کام پر تیار ہو گئے۔ میں نے اُن

شکار ہو گیا - لیکن اب وہ احتیاط کرے گا اور بھیڑیے کی طرح دشمن کو چیر پھاڑ ڈالے گا ۔

چنگیز نے شکست خوردہ جنرل کو اپنے ساتھ لیا اور میدانِ جنگ میں پہنچا کہ معلوم کرے کس طرح اس نے شکست کھائی تھی ۔

دل ہی دل میں چنگیز جلال الدین خوارزم شاہ کی ہمت اور بہادری کا قائل ہو گیا اور جلال الدین کو گرفتار کرنے کی مہم اس نے خود اپنے ہاتھ میں لے لی ۔

سے کہا - "ہم ایک آدمی سے ڈر کر اسے قتل کر کے کیوں نہ بھاگ جائیں؟"

انہوں نے جواب دیا "ہم پر اس کی دہشت چھائی ہوئی ہے" میں نے کہا "لیکن یہ شخص سب کو قتل کر دے گا"

مگر کسی میں جرأت نہ تھی کہ "آناری" کے حکم سے سرتابی کرتا۔ آخر چاقو کے ایک وار سے میں نے اسے وہیں ڈھیر کر دیا اور پھر ہم سب بھاگ نکلے۔

چنگیز خاں نے تمام مسلمانوں کو دہشت زدہ اور سراسیمہ کر رکھا تھا۔ بس ایک شہزادہ دلاور جلال الدین خوارزم شاہ تھا جو نہ صرف اس کے چنگل سے بچا ہوا تھا، بلکہ اس نے مغلوں کی ایک فوج کو جس کا سردار شکاکو تھا، شکست فاش دی۔

یہ شکست چنگیز خاں کے منہ پر ایک طمانچہ تھا۔ لیکن اس نے شکاکو سے کچھ نہیں کہا۔ کئی سال پہلے چنگیز اپنے ساتھیوں سمیت برف میں پھنس گیا تھا اور اناج کا ایک دانہ بھی پاس نہ تھا۔ اس وقت شکاکو تنہا باہر نکلا اور دو ہرن شکار کر لایا۔ چنگیز کو اس کی خدمت یاد تھی۔ اس نے شکست پر صرف اتنا کہا:-

شکاکو فتح حاصل کرنے کا اتنا عادی ہو گیا ہے کہ اس موقع پر غفلت کا

۱۶

پیامبرِ آسمان

جلال الدین خوارزم شاہ کی ناقابلِ تسخیر قوتِ مزاحمت سے چنگیز خاں اب تک عہدہ برآ نہیں ہو سکا تھا لیکن باقی تمام دشمنوں کو وہ نیچا دکھا چکا تھا۔ اس کا ایک بڑا سبب یہ تھا کہ بڑی بڑی شاہراہوں پر اسے تصرف حاصل تھا۔ باقی ماندہ مسلمانوں کے پاس اب بڑے بڑے شہر نہیں رہ گئے تھے۔ چونکہ اب وہ شاہراہوں سے محروم ہو گئے تھے لہٰذا مجبور تھے کہ کوہستانوں میں یا دور دست علاقوں میں جا چھپیں۔ اس طرح وہ دوسرے مقامات کے ان دوستوں سے بھی رابطہ قائم نہیں رکھ سکتے تھے جو ان کے کام آ سکتے تھے۔

دوسری طرف مُغل چونکہ شاہراہوں پر قابض تھے، لہٰذا وہ ایک دوسرے

سے مرتبط بھی تھے اور ان کو تمام واقعات و حالات کا علم بھی ہوتا رہتا تھا۔
چنگیز نے مواصلات کا بڑا منظم انتظام کیا ہوا تھا۔

جب بھی وہ کسی طرف کا رُخ کرتا تو گھوڑوں کی چوکیاں پیچھے چھوڑتا چلا جاتا اور ان سے وہ کام لیا جاتا جو آجکل ٹیلیگراف سے یا ریل روڈ سے لیا جاتا ہے۔ دشت گوبی سے سرزمین ختا تک مواصلات اور پیام رسانی کا یہ سلسلہ قائم تھا۔

یہ چوکیاں تمام راستوں کو مربوط کئے ہوئے تھیں۔ ہر چوکی پہ فاضل گھوڑوں کی خاصی تعداد موجود تھی۔ قریب کسی جگہ مسلح محافظوں کے خیمے نصب تھے۔ یہ راستوں اور شاہراہوں کو دشمن سے صاف رکھتے تھے۔

ان راستوں سے بڑے بڑے کارواں گزرا کرتے تھے جو چاندی کی سلاخیں اور دوسری گراں بہا چیزیں مغلوں کے لیے لایا کرتے تھے۔ انھی راستوں سے تازہ دم سواروں کے جتھے گزرا کرتے تھے جو کمک کے طور پر مختلف اطراف میں بھیجے جاتے تھے۔ یہ ان سپاہیوں پر رشک کیا کرتے تھے جو کوئی جنگ جیت کر مالِ غنیمت سے لدے پھندے واپس آیا کرتے تھے

ان راستوں پہ چنگیز خاں کے مخبر اور پیام رساں گھنٹی باندھے بہ سرعت رواں دواں چڑھتے تھے۔ پھر پایک سوار سونے کی تلکیوں

یں سربمہر فرمانِ چنگیزی لے کر ادھر سے اُدھر جایا کرتے تھے۔ ان کو یہ رتبہ حاصل تھا کہ جس مسافر کو چاہیں، وہ کوئی بڑا کماندار یا فرماں کیوں نہ ہو روک دیں اور ضرورت ہو تو اس کا گھوڑا لے کر آگے بڑھ جائیں۔ یہ لوگ بغیر ستائے ڈیڑھ سو میل کی مسافت سرِ روز طے کر لیا کرتے تھے۔ جب کبھی راستے میں کسی سوار کو دیکھتے بہ آوازِ بلند نعرہ لگاتے۔

"بنام خاقان بندگی"

سوار ہٹ کر فوراً انہیں راستہ دے دیتا

مارکوپولو Marco Polo نے چنگیز کے پوتے کے زمانہ میں تحریر کیا ہے:-

"یہ لوگ جس تیز رفتاری سے سفر کرتے ہیں۔ وہ بے حد حیرت انگیز ہے یہ لوگ اپنے شہنشاہ کو ان مقامات کی خبریں جو پائے تخت سے دس روز کے فاصلہ پر ہیں، ایک شبانہ روز میں پہنچا دیتے ہیں۔ ہر چوکی پر ایک منشی ان کی آمد و رفت کا وقت طے کر لیا کرتا تھا۔ ہر چوکی پر تازہ دم گھوڑے سازوسامان سے آراستہ کھڑے رہتے تھے تاکہ انہیں سواری بدلنے میں ایک لمحہ کی بھی دیر نہ ہو، حتیٰ کہ جب یہ کسی ایسے راستے سے گزرتے جہاں سڑک نہ ہوتی تو بھی ان کو جگہ جگہ خیمے چوکیاں موجود ملتیں اور وہاں افسران تازہ دم تیار ملتے۔ ان چوکیوں کے احاطے میں ایک فراخ و زیبا آسائش گاہ موجود ہوتی۔ اعلیٰ درجہ

کے ریشمی کپڑے بستروں سے آراستہ ان خیمہ رسافوں کے لئے مخصوص رہتے ۔

ان چوکیوں اور راستوں کی طرف سے زائر اور روحانی لوگ بھی گزارا کرتے ۔ زرد رنگ کی ٹوپی پہنے لامہ بترجمی نقروں والے بدھ، تبت کی بلندی سے اتر کر ادھر ہی سے جاتے ۔ سیاہ عبا زیب تنئے عیسائی راہبوں کی رہگزر بھی یہی تھی ۔ وہ زیر لب دعائیں اور مناجاتیں پڑھتے ہوئے گزرا کرتے ۔

چنگیز خاں ان تمام مذہبی لوگوں کو ایک ان دیکھی قوت کا خادم سمجھتا تھا ۔ گو وہ مسلمانوں سے برسرپیکار تھا لیکن اس نے مجتہدوں اور ملاؤں کو کبھی ناراض نہیں کیا ۔ بلکہ انہیں اجازت دے رکھی تھی کہ وہ سفارش اور شفاعت کریں ۔ چنانچہ جن لوگوں کے قتل کا حکم دے دیتا تھا انہیں بھی ان کی شفاعت سے چھوڑ دیتا تھا ۔

کبھی کبھی وہ ان گرامی قدر لوگوں کو بہ غرض گفتگو اپنے حضور میں طلب کرتا ۔ وہ صرف دو طاقتوں کو ناقابل تسخیر سمجھتا تھا ۔ زمین اس کی اپنی شخصیت اور آسمان میں ایک غیر مرئی قوت ۔

جیسے جیسے وہ بوڑھا ہوتا گیا آسمانی قوت کے اسرار جاننے کی طرف اس کی رغبت بڑھتی گئی ۔ ایک مرتبہ اس نے یہ کھٹائی سے کہا

بغیر یہ جانے ہوئے کہ سچا راستہ کون سا ہے ، جو جی میں آیا کرتا رہا ۔

عیزوں کے قتل کرنے میں اپنا دل آزردہ کیوں کروں۔

کشورِ چین کے ایک پراسرار سے گھر میں ایک پیرمرد CHANG CHUN رہا کرتا تھا۔ یہ لاؤ تسہ Lao-tze (?) - Tao (?) کا پیرو تھا اور اس مناسبت سے تاؤ مت Taoist (?) کہلاتا تھا۔ لوگوں کا خیال تھا یہ اسرار آسمانی سے آگاہ ہے۔ ایک روز ایک مغل چاپ بر اس کے پاس آیا اور نامۂ چنگیز اس کی خدمت میں پیش کیا۔

چنگیز نے اس خط میں لکھا تھا:

"میں دشتِ شمال سے ابھرا ہوں۔ میری خوراک اور میرا لباس سادہ ہے لیکن میرے فرزند خوب کھاتے اور خوب پہنتے ہیں اور عمدہ خیموں میں ٹھاٹھ کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ میں ان کا رفیقِ بزم تو نہیں لیکن شریکِ رزم ضرور ہوں۔ میں نے ان کے لیے سات برس کی مدت میں دنیا کی طاقتوں کا سر ان کے سامنے جھکا دیا ہے اور ایک بڑا حصہ اس جہانِ رنگ و بو کا تسخیر کر لیا ہے۔

لیکن مجھے اندیشہ ہے کہ میں دانشمندی کے ساتھ حکومت نہ کر سکا۔ جب ہمیں کوئی دریا پار کرنا ہوتا ہے تو پلوں یا شہتیروں سے کام لیتے ہیں۔ اسی طرح کسی حکومت کا انتظام کرنے کے لئے مردِ خردمند کی اقامت اور تعاون لازمی ہے۔ تو آپ اونچے بادلوں کی طرح عام لوگوں سے بلند اور برتر ہیں۔ مجھ سے کوئی

اندیشہ نہ کیجئے۔ بہبودی عوام کو پیش نظر رکھ کر کوہستانوں اور ریگ زاروں کو عبور کر کے میرے پاس تشریف لائیے اور مجھے بتائیے کہ میری عمر کس طرح درازتر ہو سکتی ہے۔

چانگ چون نے خان مغل اعظم کی یہ التماس قبول کر لی اور یہ خبر رساں اُسے راہ دور دراز طے کراتے ہوئے خان کے پاس لے آئے۔ جب وہ چنگیز کے خیمے میں آیا تو اس کے چہرے سے کسی طرح کا ہراس ہویدا نہ تھا۔

چنگیز نے اس سے کہا:

"آپ نے آج تک کسی بادشاہ کا فرمان قبول نہیں کیا۔ لیکن میرے پاس تشریف لے آئے مجھے اس پر فخر ہے۔"

خان کا خیال تھا کہ یہ مرد خدارسیدہ جو آسمان سے گفتگو کرتا ہے، ضرور اسے طویل عرصہ تک زندہ رہنے کا گر بتا سکے گا۔

چانگ چون نے کہا:۔

"میں اپنی مرضی سے یہاں نہیں آیا ہوں۔ خدا کی مرضی ایسی ہی تھی۔"

اس بات نے چنگیز کو خوش کر دیا۔

اس کے بعد چانگ چون نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا:

"میرے پاس زیادہ عرصہ زندہ رہنے کا کوئی نسخہ نہیں ہے۔ لیکن

یہ ضرور کہوں گا کہ امن کی زندگی بسر کیجئے اور خونِ ناحق سے بچیئے۔

تھوڑے ہی عرصہ کے بعد چنگیز جنگلی سور کا شکار کھیلتا ہوا گھوڑے سے گرا اور زخمی ہو گیا۔ سور نے اس پر حملہ نہیں کیا اور بھاگ گیا۔ ایس پرچانگ چن نے کہا "یہ آسمان کی طرف سے ایک تنبیہ ہے۔ دوسروں کی جان لینا بہت برا کام ہے۔ اگر آسمان نے نہ بچایا ہوتا تو جنگلی سور نے تیرا کام تمام کر دیا ہوتا۔"

خان مغل نے کچھ دیر سوچا پھر گویا ہوا:-

"یہ بات میرے دل میں بھی کھٹک رہی ہے میں جانتا ہوں آپ کا مشورہ کتنا مناسب ہے۔ لیکن ہم مغل بچپن سے شکار کے عادی ہیں۔ پرانی عادتوں کا بدل دینا آسان نہیں ہوتا۔"

دو ماہ کے بعد چنگیز پھر زین پر تھا۔ واقعی اس کے لیے پرانی عادتوں کا ترک کر دینا آسان نہ تھا۔ لیکن لڑائیوں میں جو بہت سے زخم اس نے کھائے تھے وہ رنگ لا رہے تھے۔

وہ سوچنے لگا ہو سکتا ہے یہی میری موت کا سبب بن جائیں اور اگر وہ مر گیا تو کون ہے جو اس کے چاروں بیٹوں کو متحد رکھ سکے گا۔

ایک مرتبہ ہنگامۂ شکار میں رات کے وقت اس نے چغتائی۔ تولائی اور اوگدائی og کو طلب کیا کہ ان سے گفتگو

. . . . زیادہ اپنے بیٹوں کے لیے فکرمند تھا۔ وہ طاقت ور آسمان سے اپنے لیے نہیں اپنے بیٹوں کے لیے امداد کا متمنی تھا۔

وہ سوچ رہا تھا آنے والے سالوں میں برنائی کے بطن سے پیدا ہونے والے ان لڑکوں کو کس طرح متحد رکھے! اپنے بارے میں تو وہ محسوس کر رہا تھا کہ آرام و آسائش کا کوئی سوال ہی نہیں ہے۔

کرے -

جرجی باپ کی اجازت سے شکار میں شریک ہونے نہیں آیا تھا۔ اس کی غیر حاضری سے چنگیز رنجیدہ تھا۔ وہ آغاز عہد کی غربت سے لے کر اب تک کی ثروت تک اسے چاہتا آیا تھا -

چنگیز نے اپنے تینوں بیٹوں سے کہا:-

" چاگتائی جن کی نصیحتیں گرہ میں باندھ لو --- اگر تم آپس میں جھگڑے تو اس خاندان کا چراغ گل ہو جائے گا۔"

پھر اس نے اپنا خیال اس طرح ظاہر کیا :-

میں تم میں سے ہر ایک کو ایک ایک قوم دیتا ہوں کہ اس پر حکومت کرو۔ لیکن تم میں سے ایک بھائی باقی تینوں کا حکمراں ہو گا اور تمہیں اس کی اس طرح اطاعت کرنا ہو گی جس طرح میری کرتے ہو -

تینوں بیٹوں پر کس چوتھے بیٹے کو چنگیز حکمرانی کے لیے نامزد کرے گا ؟

کیا چغتائی کو ؟ لیکن یہ ایک خیال تھا ۔ اصل بات کسی کو معلوم نہ تھی اور جب چغتائی اور باقی دونوں بیٹوں نے یہ سنا کہ جوجی کو بھی ایک مملکت کی حکومت عطا ہوئی ہے تو وہ بھڑک اٹھے اور غصہ سے ہونٹ کاٹنے لگے -

شاید چنگیز نے جب چاگتائی کو بلایا تھا تو وہ اپنی ذات سے

(١٧)

آخری معرکہ

چنگیز خاں کے سامراج میں اب شورش بپا تھی جیسا کہ اسے خود بھی دھڑکا لگا ہوا تھا۔

مرد دلیر جلال الدین خوارزم شاہ نے ایک لشکر فراہم کر کے شورش اور جنگ کا سلسلہ شروع کر دیا تھا۔

ساری مسلم دنیا چنگیز کے خلاف تھی جہاں جہاں موقع ملا مغل دستے شہر سے باہر نکال دیے گئے۔ کاروانی شاہراہوں پر مسلمانوں کے سبز رنگ کے پرچم لہرانے لگے۔ مسلمان سوار دیہاتوں اور دور دست علاقوں سے نکل نکل کر اس پرچم تلے جمع ہونے لگے۔

چنگیز کی ایک مزید بدبختی یہ تھی کہ لاکھوں مسلمان مشرق میں افغان سلسلۂ کوہ میں جمع ہو گئے اور بڑی حد تک چنگیزی گزند سے محفوظ ہو گئے۔ افغانستانی جلال الدین کی فوج میں شریک ہو گئے۔ اسی طرح ایران اور ہندوستان کے رضا کار بھی آ آ کر اس فوج میں شرکت جہاد کے لیے جمع ہونے لگے۔ یہ تعداد میں مغلوں سے کہیں زیادہ تھے

اس ہنگام میں چنگیز کی آرزو تھی کہ سبوتائی اس کے پاس ہوتا لیکن یہ نزمند اخان ہنوز روس سے واپسی میں راہ بازگشت طے کر رہا تھا۔

چنگیز اس بات کو اچھی طرح جانتا تھا کہ تنہا تولوئی اس خطرہ سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتا۔ اس نے تولوئی کو جنوب میں ایک قریب ترین شہر بہات کا محاصرہ کرنے بھیجا۔ اس شہر کی فصیلیں بہت مضبوط اور مستحکم تھیں۔ پھر باقی ماندہ مغل لشکر کرے کر وہ خود میدان جنگ کی طرف جلال الدین کو شکست دینے کے لیے بڑھا۔

پہاڑوں کی معمولی چڑھائی پر وہ اپنے آزمودہ کار سپاہیوں کے ساتھ برابر آگے بڑھتا رہا۔ اس کے ہراول نے اطلاع دی تھی کہ جلال الدین بامیان میں دیکھا گیا ہے۔

جب مغل فوج اس راستے پر آئی جو شہر کی طرف جاتا تھا تو یہ عجیب و غریب منظر دیکھ کر یہ لوگ حسرت میں رہ گئے کہ درہ بامیان کے نیچے بڑے بڑے

پتھروں کے مجسمے موجود تھے ۔ جیسے یہ اوپر چڑھنے والوں اور نیچے رہنے والوں کی نگرانی کر رہے ہوں ۔

یہ جہاں تہاں گوتم بدھ کے قدیم مجسمے تھے یہ مغلوں کے لیے نئے نہ تھے ۔ یہ یہاں گرد لوگ اس سے پہلے ختا کے مندروں اور صحرائے گوبی میں بھی انہیں دیکھ چکے تھے ۔ یہ گویا اس بات کی علامت تھی کہ خداوندانِ قدیم ہر جگہ مغلوں کی نگہداری کر رہے ہیں ۔

لیکن یہاں جیسی تمام مدت سے شغل کہیں اور دوچار نہیں ہوئے تھے ۔ بامیان کے مدافعین نے تمام سنگی سلوں کو اکھاڑ دیا تھا کہ دشمن کے سپاہی مشینوں کے ذریعے انہیں استعمال کر کے فصیلِ شہر کو نقصان نہ پہنچا سکیں اور خود اپنی منجنیقوں کے ذریعہ انہوں نے آتش ریز روغن چڑھتے ہوئے مغل سواروں پر برسانا شروع کر دیا ۔ اس حرکے میں چنگیز خاں کا ایک محبوب پوتا بھی کام آیا ۔ چنانچہ چنگیز خاں خود حملہ آوروں کی جماعت میں شریک ہو گیا ۔ طبل بجنے لگے اور فصیلوں پر فیصلہ کن حملہ شروع ہو گیا ۔

جلال الدین خوارزم شاہ پوری ہوشیاری کے ساتھ اپنی فوجوں کو موت کی زد سے نکال لایا تھا ۔ یہیں اس کی شکاکو سے مڈبھیڑ ہوئی تھی اور اس

نے شکاکو کو زبردست شکست دی - جس کا اشارہ اس سے پہلے کیا جا چکا ہے -

لیکن آخر کار چنگیز نے اس شہر کو بھی تسخیر کر لیا اور حسب عادت ویران و برباد کر دیا لیکن جلال الدین اس کے چنگل میں آ کر نکل گیا تھا - چنگیز نے ایک دن بھی یہاں قیام نہیں کیا اور فوراً جلال الدین کے تعاقب میں روانہ ہو گیا - شکاکو کے باقی ماندہ سپاہیوں کو اس نے کوئی سزا نہیں دی بلکہ ان کی دلاوری کی تعریف کی -

جس طرح کتا شکار کی بو سونگھ لیتا ہے - اسی طرح چنگیز جلال الدین خوارزم شاہ کی بو سونگھتا ہوا اس کی تلاش میں راہِ سنگلاخ پر رہ نوردی کرتا ہوا چلا گیا - مسلمانوں نے ایک دوسرے شہر غزنی میں عقب نشینی اختیار کی - کوئی شبہ نہیں کہ مسلمانوں کی یہ فوج بڑی بہادر تھی لیکن اس کا سپہ سالار چنگیز کا سا نہ تھا نتیجہ یہ ہوا کہ چنگیز خاں نے اس شہر کو بھی فتح کر لیا -

اس واقعہ سے افغان سہم گئے اور انہوں نے جلال الدین کا ساتھ چھوڑ دیا - اس نے ان رفیقان گریز پا سے علیحدہ ہو کر ہندوستان[1] کا رُخ کیا کہ وہاں نئے اتحادی تلاش کرے -

---

[1] موجودہ پاکستان (رئیس احمد جعفری)

وہ تیزی کے ساتھ پہاڑی وادیوں سے گزرتا ہوا دریائے سندھ کے کنارے پہنچ گیا۔ لیکن مغل پوری تندی اور تیزی سے اس کا پیچھا کر رہے تھے۔ جلال الدین جب غزنی میں تھا تو مغل اس سے پانچ دن کے فاصلے پر تھے اور جب وہ سندھ پہنچا تو یہ فاصلہ نصف روز سے بھی کم کا رہ گیا۔ یہ بغیر رکے ہوئے اور ستائے ہوئے چلے آ رہے تھے حتیٰ کہ کھانا پکانے تک کے لئے بھی انہوں نے قیام گوارا نہ کیا۔

جلال الدین دریائے سندھ کے کنارے موجود تھا اور اس دریا کو جس میں شدید سیلاب آیا ہوا تھا پار کرنے کی تدبیر سوچ رہا تھا۔ وہ ایسے مقام پر پہنچا جہاں ڈھلوان تھی اور پانی گہرا تھا اور اب کوئی پناہ گاہ "تلاش کرنے کا وقت نہیں رہا تھا۔

شہزادہ دلاور جلال الدین نے جب مغلوں کو اپنے سے نزدیک اور خود کو قریب قریب محصور پایا تو جنگ کے لیے آمادہ ہو گیا۔ اس نے زمین پر ایک ہموار ٹکڑے پر جو دریا اور ایک پہاڑی کے درمیان واقع تھا [illegible] حکم دیا کہ کنارے پر جتنی کشتیاں ہیں جلا دی جائیں تاکہ ساتھیوں میں سے کوئی بھاگنے کا ارادہ بھی نہ کر سکے۔

اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ یا تو چنگیز خاں کو شکست دے گا یا خود مٹ جائے گا۔

مایوسی کے عالم میں جلال الدین نے اپنے بچے ہوئے لشکر کے ساتھ ایک مرتبہ پھر بڑی بے جگری کے ساتھ مغلوں پر حملہ کیا - مغل لشکر کی طرف سے جلال الدین کی بہادر فوج پر تیروں کا مینہ برس رہا تھا - ان کی بہادری اتنے زبردست دشمن کے مقابلہ میں کیا کام آ سکتی تھی -

مسلمانوں کی صفیں درہم برہم ہوگئیں - جلال الدین نے کوشش کی کہ باقی ماندہ لشکر کو لے کر دریا کی طرف بڑھ جائے اور اس کوشش میں کامیاب بھی ہوا - ———— لیکن اب اس کے ساتھ صرف سات سو آدمی رہ گئے تھے - کشتیاں پہلے ہی جلا دی گئی تھیں - لہٰذا اب دریا پار کرنا بھی ممکن نہ تھا -

جلال الدین نے جب یہ دیکھا کہ اس کا لشکر تباہ ہو چکا ہے تو اس نے زرہ اتاری اور دور پھینک دی - اس نے ایک سبز پرچم پھاڑا اور اپنی تلوار سنبھالی اور ایک تازہ دم گھوڑے پر سوار ہو گیا -

جلال الدین بڑی پھرتی سے کنارے پر پہنچ گیا - گھوڑے کو ایڑ لگائی اور دریا میں کود گیا اور تیرتا ہوا دوسرے کنارے پر پہنچ گیا -

چنگیز خاں نے حکم دے رکھا تھا کہ جلال الدین خوارزم شاہ کو زندہ گرفتار کیا جائے - جب مغل دریا کے کنارے پہنچے تو جلال الدین دوسرے کنارے پر تھا اور تلوار اس کے ہاتھ میں تھی - چند لمحوں تک چنگیز اسے گھورتا رہا پھر

جیسے ہی سپیدۂ سحر نمودار ہوا اس نے دیکھا کہ سوارانِ بادیہ نشین اس کی طرف بڑھتے چلے آ رہے ہیں۔ اپنے بہترین سواروں کو اس نے حملہ کرنے کا حکم دیا۔

شروع میں تو ایسا معلوم ہوا کہ فتح اسی کی ہوگی۔ سواران چرمی پوش مغلوں کی صفوں میں تیر کی طرح گھسے چلے جا رہے تھے۔

انجام کار چنگیز کے پاس اب صرف ایک تازہ دم رجمنٹ رہ گئی تھی جسے وہ جنگ میں جھونک سکتا تھا۔ بجائے اس کے اس رجمنٹ کی رہبری کرتا، اس نے اپنے ایک سوار کو اس کا سالار بنایا اور اسے حکم دیا کہ سامنے کے پہاڑ کو گھیرے میں لے کر اوپر چڑھ جائے اور دشمن کے بائیں بازو پر دباؤ ڈالے۔

اس نئے سالار نے تعمیل حکم کی لیکن پہاڑ پر چڑھتے ہوئے اس کے کچھ آدمی پھسل کر گر پڑے اور مر گئے مگر وہ پڑھتا چلا گیا اور وہاں سے اتر کر دشمن کے عقب پر تندی کے ساتھ حملہ آور ہوا۔

جلال الدین خوارزم شاہ پر جیسے ہی عقب سے حملہ ہوا چنگیز نے کمان سنبھال لی اور سامنے سے حملہ کر دیا۔ خستہ حال و خستہ و درماندہ مسلمان سپاہی جو اب تک اپنے آپ کو فتحیاب سمجھ رہے تھے، یکایک انہوں نے دیکھا کہ وہ محاصرے میں آ گئے ہیں۔ آگے اور پیچھے ہر طرف دشمن حملہ کر رہا تھا۔

بڑے تاثر اور ستائش کے لہجے میں گویا ہوا
وہ باپ کتنا قابلِ فخر ہے جس کا ایسا بیٹا ہو۔

چند مغلوں نے ارادہ کیا کہ اس یکہ و تنہا مرد دلیر کے تعاقب میں تیرتے ہوئے جائیں۔ لیکن چنگیز نے اجازت نہیں دی۔ دوسرے دن ایک پوری ڈویژن جلال الدین کے تعاقب میں اس نے روانہ کی کہ ہندوستان (اب پاکستان) میں اس کا کھوج نکالے۔ اس رجمنٹ کی کمان اس نے ایک آزمودہ کار شخص کے حوالے کی جو کوہستان کے بغیر راستے کے علاقوں کی جنگ میں مہارت رکھتا تھا۔

یہ سالار اپنی فوج کے ساتھ ہندوستان (اب پاکستان) پہنچا، اس نے ملتان اور لاہور کو تاراج کر دیا۔ کچھ عرصہ تک جلال الدین خوارزم شاہ کا تعاقب کرتا رہا۔ مگر اس پر ہاتھ نہ ڈال سکا۔ جو دہلی کے راستے پر بہت سے مسافروں کے ساتھ چلا جا رہا تھا۔

ہندوستان کا سخت ترین موسم گرما گوبی کے سواروں کے لیے ناقابلِ برداشت ہوتا جا رہا تھا۔ نتیجتاً انہیں واپس لوٹنا پڑا اور ساری صورت حال چنگیز کے سامنے رکھنی پڑی۔ ہندوستان کی گرمی ہلاکت خیز ہے اور یہاں کا پانی تشنگی رفع نہیں کر سکتا۔

جلال الدین آیا لیکن اب وہ ایک خانہ بدوش شخص تھا جس کا نہ کوئی

ملک تھا - نہ وطن - اب وہ اپنے گرد کوئی لشکر جمع نہ کر سکا - اب وہ مغلوں سے صرف چھوٹی چھوٹی ٹکڑیوں کے ساتھ گوریلا جنگ کر سکتا تھا۔

چنگیز خاں نے دریائے سندھ کے کنارے آخری فتح حاصل کر لی تھی - اس نے ساحلِ اوقیانوس سے لے کر سرزمین روس تک کے علاقوں پر ہر انسانی مزاحمت و مقاومت کچل دی تھی - ہرات سے لے کر شمال کے سرسبز علاقے تک اب اس کی حکومت تھی۔

اب وقت تھا کہ وہ اپنے لشکروں اور فوجوں کو وطن واپس چلنے کا حکم دیتا -

چنگیز کا خیال تھا کہ صحرائے گوبی واپس جانے کا نزدیک ترین راستہ ہندوستان ہے لیکن یہاں ایک سدِ عظیم ——— برف پوش ہمالیہ ——— راستہ روکے کھڑا تھا

ناچار اس نے راستہ بدلا اور شمالی ہندوستان (پاکستان) سے گزرتا ہوا سمرقند کی طرف روانہ ہوا جہاں سے گوبی تک کارروائی راستہ شاہراہِ اعظم کی صورت میں چلا گیا تھا -

آخری کام جو گوبی روانہ ہونے سے پہلے چنگیز نے کیا یہ تھا کہ مفتوحہ مسلمان علاقوں پر مسلمان گورنر مقرر کیا - اس کا خیال تھا اب وہ دوبارہ اس طرف رخ نہیں کر سکے گا - یہ دوسری بات ہے کہ اس کے بیٹے واپس آئیں

(۱۸)

مجلسِ فرماں روایان

دریائے سبیر کے کنارے مرغزار کے سوا کچھ نہ تھا۔ ایک مکان بھی نہیں البتہ دریا کے کنارے دلدل اور کیچڑ میں آبی پرندے بکثرت موجود تھے اور اونچے اونچے درختوں کی شاخوں پر تیتر اور دراج اپنی دلکش آواز میں چہچہا رہے تھے دور افق کی انتہا تک ہرن کھیلوں میں مصروف تھے۔ جنگ کے کئی سال بعد چنگیز نے یہ جگہ مجلسِ مشاورت کے لیئے منتخب کی تھی۔

موسم بہار کے نمودار ہوتے ہی مغل ہر طرف سے آ آ کر چنگیز کے گرد جمع ہوتے گئے۔ ارخانوں کا گروہ اپنے شمشیر زنوں کے ساتھ ہوا میں تلواریں لہراتا وارد ہوا۔ زرہ پوش سوار نعرے لگاتے ہوئے پہنچے۔ طرخانوں کی

اور ان علاقوں پر حکومت کریں ۔

چنگیز نے تمام مغل افسروں، حاکموں اور فرماں رواؤں کو دریا سیرا دھوی کے کنارے ایک مجلسِ مشاورت میں شرکت کے لیے مدعو کیا ۔

زیج ہائے سیم و زر، آلاتِ شیشہ و زینت ہائے فیروزہ و یاقوت پر —— بہ دولت جو اس کے قدموں پر ڈھیر تھی کبھی اس نے خواب میں بھی نہ دیکھی تھی۔

ایک ایرانی انشا پرداز لکھتا ہے:۔

"کسی ایک جگہ اتنی نعمتِ بسیار کبھی نہیں دیکھی گئی ہوگی"

خانِ اعظم چنگیز کے خیمے میں دنیا کی کون سی نعمت نہ تھی۔ وہاں اب شرابِ شیراز اور نوشابۂ انگبین کا استعمال گھوڑی کے دودھ کی بجائے ہونے لگا تھا۔ خیمے کے پردے پر طاؤس کے تھے جن پر ہاتھی دانت اور سونے کے آویزے لگے ہوئے تھے اور دوشیزگانِ ختائی جو اب باندیاں بن گئی تھیں اپنے آقا کے لیے نغمہ سرائی میں مصروف تھیں۔

لیکن چنگیز کے تخت پر ایک مسند چوپایوں کے بالوں کی بنی ہوئی ہمیشہ رکھی رہتی تھی تاکہ حاضر باشوں پر یہ حقیقت تازہ رہے کہ جو شخص سب سے بالانشین ہے اُسے یاد ہے کہ وہ مردِ صحرائی ہے۔

کہن سال چنگیز نے حاضرین سے کہا:۔

"میں نے یہ برتری اپنے قبائلی قوانین پر عمل کرکے حاصل کی ہے۔ تم بھی اسی قانون کے سائے میں زندگی بسر کرنا"

چنگیز کا منصوبہ تھا کہ دوسرے درباروں اور شہروں کی ثروت اس کی قوم کو حاصل ہو جائے لیکن نہ وہ اپنے پرانے دستور کو بدلنے کے لیے تیار تھا نہ

جماعت کے پیچھے سفید دونوں کے قافلے گراں بہا اشیاء لادے چلے آرہے تھے۔

کوہ برف ساد کی بلندی سے چغتائی بھی نیچے اترا جس نے ختن کے دریاؤں پر پُل باندھ کر راستے ہموار کر دیئے تھے اس کے پیچھے بیل گاڑیوں کا کارواں چلا آرہا تھا۔

کوہ قدرت کے دامن میں رہنے والا اگو دائی بھی مجلس مشاورت میں شرکت کے لیے آیا تھا اور اپنے ساتھ چھکڑوں پر لاد کر بہت سا ساز و سامان بھی لایا تھا۔

چغتائی کے پیچھے تو نجوسان قبائل کے سردار بھی جامۂ زرنیاں میں ملبوس آرہے تھے اور علیا بخوں کے سردار بھی۔ اس موقع پر تبت کے لامہ خلیفۂ بغداد کے شعراء۔ ترکانِ عثمانی کے مغرور ایلچی اور سلطان دہلی کے نمائندے بھی موجود تھے۔

مغل ہر خطۂ ارض سے جوق در جوق آرہے تھے۔ ان کے بدن پر چمڑی لباس تھے۔ البتہ ریشمی عبائیں جو سونے سے کڑھی ہوئی تھیں پہنے ہوئے تھے۔

یہ سب چنگیز کے خیمے میں جہاں اس کا پرچم لہرا رہا تھا تحائف لے کر حاضر ہوئے۔ یہ تحائف شتر نیم صبا رفتار گھوڑوں، قیمتی پوستینوں،

اس نے اعلان کیا کہ مغل لشکر شمال کی طرف جائے اور اگر جوجی واقعی باغی ہو گیا ہے تو اس سے جنگ کرے ۔

اس کے بعد چنگیز نے اپنے ایک خبر رساں کو مغرب کی طرف بھیجا۔ یہ سو میل کا فاصلہ طے کر کے سبوتائی کے پاس چنگیز خاں کا فرمان لے کر پہنچا جس میں لکھا تھا:۔

جوجی کو تلاش کرو اور ہمارے پاس لاؤ۔

ایسا کبھی نہیں ہوا تھا کہ سبوتائی کسی حکم کی تعمیل میں ناکام رہا ہو ۔ کئی دن انتظار میں گزر گئے ۔ آخر ایک روز دور سے کچھ سوار آتے نظر آئے ۔

یہ سبوتائی تھا جو اپنے ساتھ روسی کپچاک قیدیوں کو لایا تھا ۔ یہ ظفر مند سردار تین سال کے بعد اپنے آقا کے حضور میں حاضر ہوا تھا۔

اس نے اپنے آقا سے کہا کہ جوجی بیمار پڑا اور مر گیا میں اس کے خاموش طبع نوجوان بیٹے باتو کو لایا ہوں ۔

چنگیز نے کہا ، موت سے چارہ نہیں۔ اس سے بچنے کی ہر کوشش بیکار ہے ۔ اس نے جوجی کا علاقہ باتو کو دے دیا۔ وہ بہت غمزدہ تھا کہ جوجی آخر میں مجلس مشاورت میں شریک نہ ہو سکا۔

صوائے کوبلی چھوڑنے پر آمادہ تھا۔

چنگیز کی خواہش تھی کہ اس کا خاندان وزیروں اور لشکریوں پر حکومت کرے اور بادیہ نشینوں پر بھی حکومت کا سلسلہ جاری رکھے جیسے اگلے چل کر تمام مشارع قوموں پر حکومت کرنا ہے۔

لیکن خود سر جوچی اس محفل میں شریک نہیں ہوا۔ البتہ اس نے اپنے ستقر سے ایک ہزار صبا رفتار گھوڑے بطور تحفہ باپ کو بھیجے اور کہلا بھیجا کہ "میں بیمار ہوں۔ اس لیے نہیں آ سکتا۔"

چنگیز خاں نے جوچی کے پیامبر سے پوچھا:

"کیا واقعی میرا بیٹا بیمار ہے؟"

اس نے جواب دیا:

"جب میں چلا ہوں وہ شکار میں مصروف تھا"

چنگیز کے تینوں بیٹے یہ سن کر آگے بڑھے۔ انھوں نے باپ سے پوچھا۔

"کیا اب بھی آپ کی نظر میں ہم اور وہ برابر ہیں۔ حالانکہ وہ کھلا ہوا باغی ہے۔"

جوچی نے نافرمانی کرتے ہوئے مجلس میں شرکت نہیں کی تھی جس کی سزا قتل کے سوا کچھ نہیں تھی۔

بوڑھا چنگیز ان باتوں سے بہت دل شکستہ ہوا۔ مجلس کے اختتام پر

سبوتائی کے ساتھ تولوئی کا نو سالہ بیٹا جیلائی بھی تھا۔ چنگیز اسے دیکھ کر خوش ہوا اور اس سے باتیں کیں۔ اس نے محسوس کیا کہ یہ بچہ نبرد شکار کے مقابلے میں درباری زندگی اور دانش ماضی سے زیادہ واقف ہے۔ یہ نتیجہ تھا یلی لیو کتسائی کی تربیت کا۔

چنگیز نے کہا اس بچے کی باتوں سے خردمندی کے آثار ہویدا ہیں۔ چنگیز کو تربیت کے اس طرح ثمر بخش ہونے کا گمان نہ تھا۔ اس نے اندازہ کر لیا کہ جنگ و شکار اور فرماں روائی کے متعلق اس کے پوتوں کے خیالات کچھ اور ہوں گے۔

اور اس بات کی پیشین گوئی خود لیو کتسائی نے بھی کردی تھی۔ اس نے ایک موقع پر نصیحت کرتے ہوئے چنگیز سے کہا تھا:

آپ کی اولاد اور طرخان پورے جاہ و تجمل سے حکومت کریں گے لیکن وہ مردانِ خرد مند کے محتاج ہوں گے۔ خاص طور پر مردانِ ختائی کے جو ان چیزوں کو بہت اچھی طرح سمجھتے ہیں۔

یہ بات چنگیز کو معقول معلوم ہوئی کہ ہر شخص وہی کام کرے جس میں ماہر ہو۔ اس نے دانشورانِ ختا کو اپنے خاندان کی اتالیقی سونپ دی۔

چنگیز نے اپنے سب سے چھوٹے بیٹے تولوئی کو دوسرے بیٹوں پہ

حاکم بنا دیا۔ اپنی آبائی زمین کی فرماں روائی نرم مزاج گوداُئی کو بخشی اور چغتائی
کو وسطی ایشیا کا جہاں یہ مجلس ہوئی تھی حاکم بنایا۔

اپنے بڑے پوتے باتو کو اس نے مغربی یعنی روسی علاقے کی حکومت
سونپ دی۔

چنگیز کو سب سے زیادہ اعتماد سبوتائی پر تھا۔ اسے اپنے پہلو میں دیکھ
کر نہال ہو جاتا تھا۔ جب اس کے سردار رات کے وقت خیمے سے رخصت

بوڑھا خان سبوتائی سے مغرب کی باتیں سنتا رہا۔

ہوگئے اور صرف چند جو خیمے کی حفاظت پر مامور تھے، دروازہ پر کھڑے ہوکر پہرہ دینے لگے۔ تو اس نے سبوتائی کو بلایا اور اپنے پاس بٹھالیا۔ اس نے کہا، سرزمین مغرب کے حالات بیان کرو جہاں عیسائیوں اور پوپ اعظم کی حکومت ہے۔

چنگیز اور سبوتائی دونوں کی یہ رائے تھی کہ سرزمین یورپ کو تسخیر کر لینا چاہیے تاکہ اس خاندان کا کوئی حریف باقی نہ رہے۔

چنگیز نے سبوتائی سے کہا۔

"یورپ پر حملہ کرنے میں میرے لڑکوں کی رہنمائی کرو، لیکن ہمیشہ باتو کا ساتھ دینا۔"

سبوتائی نے چاہا کہ پورا مغل لشکر فوراً یورپ کی طرف چل پڑے تاکہ یہ مرحلہ بھی تمام ہو۔ لیکن چنگیز نے اس رائے سے اتفاق نہ کیا۔ اتنی مدت کے بعد وہ واپس آیا تھا۔ اپنی آبائی سرزمین وہاں کے دریاؤں اور کوہ قدرت کو دیکھنے کے لیے اس کی طبیعت مچل رہی تھی۔

ایک رات چنگیز نے خیمے کے محافظوں کو چپکے چپکے باتیں کرتے سنا۔ وہ جلدی سے اٹھا اور اس طرف کان لگا دیے۔

یہ بڑی سرد رات تھی۔ بادِ شمال نے مغل لشکر کے پرچموں کو پھاڑ دیا تھا۔

ایک محافظ نے اس طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ افق کے شمال میں روشنی چمک رہی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ روشنی لرزاں ستاروں کی طرف مصروف پرواز ہے۔

چنگیز کے عقیدے میں یہ لرزش نور دروازۂ آسمان میں رقص ارواح سے عبارت تھی اور کتنے سال ہو گئے تھے کہ اس نے یہ منظر نہیں دیکھا تھا۔

فوراً اس نے آبائی سرزمین کی طرف کوچ کا حکم دیا اور روانہ ہو گیا۔

پایانِ راہ

چنگیز کی مہر توقسمت کچھ ایسی تھی کہ زندگی کے آخری دن بھی سکون سے نہ بسر ہو سکا۔ وہ ابرِ لشکر گراں لے کر قراقرم پہنچا۔ جہاں بیٹیاں اور زنانِ مغو اس کے انتظار میں تھیں۔ لیکن صرف ایک فصل اپنے آبائی مقام پر اس نے گزاری۔

اب بھی میدانِ جنگ سے ہی سے سروکار تھا۔ ختائی میں اس کا موزوں وفات پا چکا تھا۔ جنوبی چین کا علاقہ جہاں سنگ کی حکومت کورتر تھی، اب تک مفتوح نہ ہو سکا تھا۔

تبت کے نزدیک اور صحرائے گوبی سے درے ہسیا سیاسی کے فرماں روا نے اپنا بکھرا ہوا لشکر پھر سے مجتمع کر کے مغلوں سے جنگ

چنگیز نے جیبا کے ایلچی کو جواب دیا :

اپنے آقا سے کہدو جو کچھ گزر چکا میں اسے یاد کرنا نہیں چاہتا۔ آئندہ اس کے دعوئ دوستی کو ضرور آزمانا چاہتا ہوں۔

یہ پیام بھیجنے کے بعد اس نے برف سار کا رُخ کیا اور دیکھا کہ ہَیبا دوست تو کیا ہوتا دشمن کی طرح صف جمانے مقابلے کے لیے آمادہ کھڑا ہے۔

چنگیز کے آزمودہ کار سواروں نے پامردی کے ساتھ دشمن پر حملہ کیا۔ گو رات کی تاریکی اپنا ڈیرہ ڈال چکی تھی لیکن انھوں نے باز ماندہ دشمن کا تعاقب شروع کیا اور یخ بستہ دریاؤں کو پار کرتے چلے گئے۔

شاہ ہَیبا برفانی راستوں سے گزرتا ہوا کوہستان میں چھپ گیا لیکن چنگیز بدستور اس کا تعاقب کرتا رہا۔

یہاں سرمائی ہواؤں کے ایسے قیامت خیز جھکڑ چل رہے تھے کہ مغل سوار گو جامۂ پوستین پہنے ہوتے تھے لیکن ان کے لیے جنبش کرنا دشوار ہو رہا تھا اور چنگیز اپنے گنبد نما خیمے میں فکرمند بیٹھا تھا۔ اس رات کو پھر شمالی روشنی کی لہریں جست خیز کر رہی تھیں۔

بڑی دیر تک خانِ مغل اعظم، فکر و خیال میں سرنگوں رہا۔ پھر ایک فیصلہ پر پہنچ کر سر اٹھایا اور اپنے پیام رسانوں کو بھیج کر تولوئی کو طلب کیا۔ اب طوفانِ باد کم ہو چکا تھا۔ مغل لشکر جنگل کی طرف روانہ ہوا

چھیڑ رکھی تھی۔

اس طرح مشرق میں بھی بہت سے دشمن مغلوں سے بر سر پیکار تھے۔ ان کی فیروز مندی ابھی مکمل نہیں ہوئی تھی۔

چنگیز نے سبوتائی کو ختا کی طرف روانہ کیا کہ وہاں کی کمان اپنے ہاتھ میں لے لے اور دوبارہ ان شہروں کی تسخیر کرے جو ہاتھ سے نکل گئے تھے۔

اس موقع پر یی لیو کشائی نے احتجاج کرتے ہوئے کہا:

"اگر مردم ختا کے قتل و خون کا سلسلہ پھر شروع ہوا تو بتایے پھر وہ لوگ کہاں سے آئیں گے جو آپ کی آل اولاد کو دانش سکھا سکیں؟"

چنگیز نے کچھ دیر توقف کیا پھر کہا:

"تمھیں میں اپنے تمام مفتوحہ علاقوں کا سربراہ مقرر کرتا ہوں، اور تمھیں پوری وفا داری کے ساتھ میری اولاد کی تربیت کرنا ہوگی۔"

اس طرح وہ اس مرد خردمند کو سروری بخشنا چاہتا تھا۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ تسخیر ختا کی مہم ترک کر دی جائے۔ سبوتائی ایک فوج لے کر اپنا فرض انجام دینے چلا گیا۔

چنگیز بذات خود ہسیا شورش پسندوں کے خلاف لشکر لے کر چلا۔ شاہ ہسیا برف سار کوہستان میں بھاگ گیا اور پیام بھیجا:۔

"میں آپ کا دوست ہوں، پچھلی باتیں فراموش کر دیں۔"

کہ وہاں ذرا سستا لے۔

جب تولوئی باپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا، وہ آگ کے کنارے محو خواب ہے۔ منہ پر خاکستری رنگ کی چادر پڑی ہوئی ہے اور سمور میں لپٹا ہوا تھا۔

چنگیز نے بیٹے سے کہا:

"میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ ہر چیز تجھے سونپ دوں۔"

تلوئی نے اپنے باپ کو یُرت میں انگیٹھی کے پاس لیٹا ہوا پایا

تولوئی اور دوسرے سرداروں کو جو اس کے بستر کے ارد گرد بیٹھے تھے مخاطب کرتا ہوا وہ گویا ہوا کہ کس طرح سبوتائی کو خطا کے شورش پسندوں اور باغیوں سے عہدہ برآ ہونا چاہیے اور ان لوگوں کو بادشاہوں کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہیے اور سب سے آخر میں اس نے اعلان کیا کہ چنگیز اس کی ناقابل تسخیر فوجیں اس کے بیٹوں اور پوتوں کے مابین تقسیم ہوں گی۔

وہ کچھ عرصہ سے بیمار چلا آرہا تھا اور اب یہ بیماری مرض الموت بن گئی اور وہ مر گیا۔

چنگیز کی خبر وفات چھپائی گئی اس کا پرچم بدستور اس کے خیمے پر لہرا رہا تھا۔ حکام اور افسران بدستور خیمہ کے اندر آرہے تھے اور جا رہے تھے۔

ایک نیزہ خیمہ کے دروازے کے سامنے زمین پر گاڑ دیا گیا تھا اور محافظین خیمہ نے عام لوگوں کو خیمے کے اندر جانے سے روکے رکھا۔

ایک دوستانہ پیام یہاں سے شاہ خیبا کو روانہ کیا گیا اور اسے نیز اس کے سرداروں اور دو بایلیوں کو دربار مغل میں حاضر ہونے کی دعوت دی گئی۔

یہ لوگ جب آئے تو انھیں خلعت فاخرہ عطا کیے گئے۔ پھر اس جامہ زرکار میں ملبوس وہ اس خیمے میں پہنچے جہاں دعوت کا سامان موجود تھا۔

اس طرح مغلوں نے اپنے دشمن کو اسیرِ دام کر لیا۔ اور ان سب کو آناً فاناً قتل کر دیا ایک آدمی بھی نہ بچا۔ یوں مرنے کے بعد چنگیز خاں نے اپنے دشمن کو کیفرِ کردار تک پہنچا دیا۔

جب برف پگھل گئی تو مغل لشکر اپنی سرزمین کی طرف واپس ہوا۔ چنگیز کی لاش ایک گاڑی پر رکھی تھی اور مختلف اطراف و جوانب سے آ آ کر اس جلوس میں شریک ہو رہے تھے۔

ان مغلوں کے لیے اس بات کا باور کرنا مشکل تھا۔ بلند قامت اور شانِ کمال اور چتون تیز رکھنے والا کہن سال سردار اس تابوت میں ہمیشہ کی نیند سو رہا ہے۔ یہ ایک دوسرے سے کہہ رہے تھے۔

یہ تو ایک عقاب بلند پرواز تھا جو اپنے شکار پر ہمیشہ تیزی سے جھپٹتا تھا۔ مرنے سے پہلے عقاب کی طرح یہ بھی کسی نشیمن کا پابند نہ ہوا تھا۔ نہ راحت و آرام کا۔

چین کے دشت سرخ رنگ سے گزرتے ہوئے مغلوں نے ان تمام لوگوں کو بے دردی سے موت کے گھاٹ اتار دیا جن کی نظر نے چنگیز کے تابوت کی گاڑی کو گزرتے دیکھا تھا۔ شاید وہ نہیں چاہتے تھے کہ دشمن کا کوئی فرد چنگیز خاں کو مردہ حالت میں دیکھ سکے۔ یا شاید یہ بات ہو کہ وہ ان تازہ مقتولین کی ارواح کو بطور بدرقہ چنگیز کی روح کے ساتھ بھیجنا چاہتے تھے،

کہ وہ بھی خاقانِ اعظم کی روح کے پہلو بہ پہلو پردۂ دنیا سے عالمِ بالا کی طرف روانہ ہو جائیں۔

منگل اپنے گیاہستان میں بادشاہ کے طمانچے کھاتے ہوئے پہنچ گئے ادھر خیمے کی عورتیں اپنے بچوں کو لے کر نوحہ و ماتم کے لیے باہر نکل آئیں۔

وہ روتی جاتی تھیں اور کہتی جاتی تھیں:۔

"موسم بہار کی سرسبزی اور شادابی کے زمانے میں یہ خاقانِ اعظم ہمیں خوراک دیتا تھا۔ موسمِ سرما میں یہ ہمیں گرم رکھتا تھا۔ اس کی موت نے ہمارے دریاؤں کو خشک اور ہمارے درختوں کو بے برگ و ثمر کر دیا ہے۔

جب تابوت کی گاڑی خاندانِ چنگیز کے خیموں کے سامنے سے گزر چکی تو اسے ایک دور تر مقام پر دفنا دیا گیا۔ جو سوار ساتھ تھے انہوں نے اپنے نشانِ قدم مٹا دیئے تھے۔ قبر ایک شجر زار میں کھودی اور اسے اس طرح زیرِ زمین کر دیا کہ پھر کوئی اس کا چہرہ نہ دیکھ سکے۔

شاید گریہ چنگیز خان کوہِ قدرت کے دامن اس جگہ واقع تھی جہاں وہ آسمان کی غیر مرئی قوت کی ستائش کیا کرتا تھا۔ مغلوں نے اس کی قبر کا نشان کسی کو نہیں بتایا۔

کچھ عرصہ تک یہ لوگ اپنے سردار کی قبر کی نگہبانی کرتے رہے۔ بالکل اس طرح جیسے وہ اس کی زندگی میں اس کے خیمے کی حفاظت کیا کرتے تھے لیکن

بعد میں وہاں سے رخصت ہو گئے۔

مختلف اوقات میں بلکہ اب تک گورِ چنگیز کے انکشافات کا دعویٰ ہوتا رہا ہے لیکن سچ تو یہ ہے کہ وہ اب تک نامعلوم ہے۔ گورِ چنگیز دوسری قبروں کی طرح نہ تھی۔ اس پر کوئی نشان تھا، نہ گنبد۔ رفتہ رفتہ وہ جھاڑیوں اور درختوں میں ناپید ہو گئی۔

صفحۂ روزگار پر چنگیز نے جو اپنی یادگار چھوڑی وہ یہ تھی کہ کئی صدیوں تک لوگ اس کا نام سن کر سہم جاتے تھے۔

---

(۲۰)

فرماں روایانِ مغل

چنگیز سے پہلے اسکندر اعظم کے علاوہ کوئی ایسا شخص نہیں گزرا جس نے اپنی زندگی میں اس دنیا کو اتنے بڑے انقلاب سے روشناس کرا دیا ہو۔ اس کے فرمان کی تعمیل اس کی موت کے بعد بھی اسی طرح کی جاتی تھی جس طرح زندگی میں گویا مغلوں کی مجلس میں اب تک وہ تختِ سرداری پر متمکن ہے۔

اس کا بنایا ہوا ضابطہ اس کے بعد آنے والی نسلوں کے لئے شمعِ راہ بنا رہا۔ سبوتائی اور تولوئی نے جنوبی چین کا رُخ کیا کہ سنگ ایمپائر کے دولت مند اور با ثروت شہروں کو تسخیر کریں۔

اس کے بعد ظفر مند سبوتائی نے باختر کا رُخ کیا۔ باتو خاں اس کے

ساتھ تھا۔ اس نے سرزمین روس کو روندا۔ بہادران پولینڈ کو زیر نگین کیا اور ہنگری کو پامال کرتا ہوا شہر ویانا تک پہنچ گیا۔

اہل فرانس اور جرمنی سراسیمہ ہو گئے کہ اب یہ سیل بلاخیز ان کی سرزمین تک پہنچ جائے گا۔ گرجاؤں اور کلیساؤں میں انہوں نے سیل تاتار سے نجات کی دعائیں مانگیں۔ یہ لوگ ان بادیہ نشین کشور کشاؤں کو تاتار کے نام سے یاد کرتے تھے اور ٹھیک اس زمانہ میں سبوتائی اور باتو خاں یورپ سے واپس چلے گئے۔ کیونکہ مشرق میں مغلوں کی مجلس مشاورت میں ان کا پہنچنا ضروری تھا جو صحرائے گوبی میں منعقد ہو رہی تھی۔

اس طرح یورپ مغلوں کی بلائے سہمگیں سے نجات پا گیا۔ البتہ روس بھی تین سو برس تک مغلوں کا محکوم رہا۔

چونکہ روس ایک مدت دراز تک تاتار کا محکوم رہا اس لیے مغربی یورپ کے لوگوں سے رفتہ رفتہ دور ہوتا گیا۔

جس طرح چنگیز نے مشرق کی ساری دولت لوٹ لی تھی اسی طرح باتو خان نے جو خان دوران کے لقب سے ملقب تھا مغرب کی دولت کھینچ لی تھی اور اسے دریائے والگا کے کنارے جہاں اس کے ہم قوم آ بسے تھے لے گیا۔ اس کی جماعت "مغل" "طائفہ طلائی" کے نام سے یاد کی جاتی تھی۔

چنگیز سے پہلے مشرقی دنیا کی جتنی سرحدیں تھیں وہ سب اس نے ختم کر دیں۔ اگر فتنۂ چنگیز رونما نہ ہوا ہوتا تو اندازہ ہی نہیں کیا جا سکتا کہ روس کیا کچھ ہوتا؟ چین کا ارتقا کہاں جا کر ختم ہوتا؟ اور مسلم مملکتیں عروج و فروغ کی کس منزل پر پہنچ جاتیں۔

نئے اور نوجوان مغل سرداروں نے سرزمین آفتابی سمرقند کا رخ کیا اور وہاں ڈیرے ڈال دیے۔ جلال الدین خوارزم شاہ نے جنگ کی لیکن بے نتیجہ رہی۔ مغلوں کا حوصلہ یہاں تک بڑھ گیا کہ انہوں نے خلیفۂ بغداد کو تباہ کر دیا اور ذلیل کیا۔ اس کے بعد بڑھتے ہوئے وہ یروشلم کے قریب تک پہنچ گئے۔ یہاں ان کے اور جنگ جو یان صلیبی کے مابین تبادلہ سلام و پیام ہوا جو اس سرزمین مقدس میں اپنے مقامات پر استحکام اور آمادہ دفاع تھے۔ پوپ کے پاس روم میں بھی ان کے ایلچی آتے اور گئے۔

اگر مغلوں کی رفاقت میں یلیو کتشائی دانشمندان ختائی اور اور عقلاء فرزانۂ اسلام نہ کرتے تو شاید مغلوں کی کامیابی یہاں تک نہ پہنچ پاتی۔ اب صورت حال یہ تھی کہ سبلوتائی امیر جنگ بنا ہوا تھا۔ اور یلیو کتشائی، صلح و امن کی سرگرمیوں کا رہنما تھے

ہوگیا۔ یہ بات تو صحیح نہیں ہے کہ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ یورپ بارود اور فن طباعت سے بھی آشنا ہو گیا لیکن یہ ضرور صحیح ہے کہ بہت سی ضروری اور مفید چیزیں یورپ تک اس ذریعے سے پہنچیں۔

اس طرح پہلی مرتبہ یورپ کو معلوم ہوا کہ مشرق میں زمین کتنی وسیع ہے۔ بہت سے لوگوں نے سمرقند کے راستے سے سرزمین ختا تک سفر کرنا شروع کیا۔

کل بن گیا تھا۔

اگرچہ مغل فاتحوں نے لاکھوں آدمیوں کو ملیامیٹ کر دیا۔ ان کا نام و نشان اور ان کے آثار و باقیات تک صفحۂ ہستی سے مٹا دیئے۔ لیکن اس دورِ وحشت و بربریت کے بعد جب وہ امن و صلح کے علمبردار بنے تو دنیا کو ان سے فائدہ بھی بہت پہنچا۔ کلیساؤں کو کسی طرح کا نقصان نہیں پہنچایا گیا تھا اور جملہ مذاہب کے دینی پیشواؤں کو ہر طرح آزاد و محفوظ رکھا گیا۔

دنیائے قدیم کے بیشتر مقامات پر شاہراہوں کا بندوبست کیا گیا۔

خبر رسانوں اور پیامبروں کے ذریعے فراہمی و بیانات کے علاوہ مشرق سے گراں بہا چیزیں یورپ پہنچنے لگیں۔

روس میں ضرب المثل تھی کہ باتو خاں کی اجازت کے بغیر کتا بھی نہیں بھونک سکتا۔ امن و امان کی حالت یہ تھی کہ ایک ننھی بچی ایک کیسہ زر لے کر بہ اطمینان دریائے ڈان ـــــ کے کنارے سے خان بالغ (مغلوں کے دربار دار الحصار) تک جا سکتی تھی۔ یہ بات تو آج بھی دنیا کو حاصل نہیں ہے۔

ان نئے شاہراہوں پر تاجروں کے قافلے گزرنے کا سلسلہ شروع

(۲۱)

بادیہ نشینوں کا آخری دربار

یورپ کا سب سے پہلا شخص جس نے اپنی جان خطرے میں ڈال کر دور دراز کا سفر اختیار کرتے ہوئے مغل خانِ اعظم کی خدمت میں باریابی حاصل کی وہ ایک مرد راہب تھا۔ جو برہنہ پا پولینڈ کے ایک قصبے سے اپنی منزل کی طرف روانہ ہوا تھا۔ اس کا نام ولیم تھا، یہ رُبرُک ([illegible]) کا رہنے والا تھا، جسے شہنشاہِ فرانس سینٹ لوئی نے اپنا سر بہ مہر خط دے کر خان کے پاس بھیجا تھا۔

چنگیز کی وفات سے ایک نسل بعد ولیم نے سرزمینِ روس میں قدم رکھا۔ تیس دن تک مسلسل ایک گاڑی پر سفر کرنے کے بعد وہ تاتاریوں کی پہلی چوکی پر پہنچا۔

راہب ولیم کہتا ہے۔

"جب میں نے تاتاریوں کی قلمرو میں قدم رکھا تو ایسا معلوم ہوا جیسے میں ایک نئی دنیا میں وارد ہوا ہوں۔ یہاں ہم کسی مکان کی چھت کے نیچے کبھی نہیں سوئے۔ میری خوابگاہ یا کھلی ہوئی فضا تھی یا گاڑی کی چھت۔ کوئی شہر راستے میں میری نظر سے نہیں گزرا۔

"تاتاریوں کے مکانات فراخ خیموں پر مشتمل ہیں۔ بعض تو تیس فٹ لمبے چوڑے ہیں۔ ان کے اندرونی حصوں میں طرح طرح کے نقش و نگار بنے ہوتے ہیں۔ انھیں آسانی سے ایک گاڑی پر رکھ کر اِدھر اُدھر لے جایا جا سکتا ہے۔ ایک مرتبہ میں نے گاڑی کے پہیوں کا درمیانی فاصلہ ناپا تو بیس فٹ تھا۔

خان مغل کے درباری خیمے اس طرح کی تین سو گاڑیوں پر چلتے تھے۔ یہ گاڑیاں مضبوط رسی سے ایک دوسرے سے وابستہ ہوتی تھیں۔ ایسی بیس گاڑیاں ایک لڑکی بہ آسانی لے جا سکتی تھی۔ کیونکہ زمین صاف تھی اور راستہ ہموار تھا۔ اس لئے وہ ایک دوسرے کے پیچھے اتنی ہی رفتار کے ساتھ چل سکتی تھیں جتنی رفتار سے بیل چلتے ہیں۔

یہ تاتاری موسمِ گرما میں ایران کا بنا ہوا سوتی اور ریشمی کپڑا اور موسمِ سرما میں روس کے گراں قیمت پوستینی لباس استعمال کرتے تھے۔ ان کے

لباس کا استر ریشمی ہوتا تھا جو خود سبک اور نرم و گرم رہتا تھا۔ ان کے داہنے ہاتھ پر ایک باز ہوتا تھا جس کی گردن رسی یا زنجیر سے بندھی ہوتی تھی۔ یہ بڑے زبردست شکاری تھے۔ ان کی غذا کا انحصار ہی شکار پر تھا

راہب ولیم ایک موٹا تازہ آدمی تھا۔ اسی لیے تاتاریوں نے اسے ایک مضبوط گھوڑا دیا۔ ہر روز ان بادیہ نشین سواروں کے ساتھ اسے کافی لمبی مسافت طے کرنی پڑتی۔ جب تک رات کی سیاہی نہ پھیل جاتی وہ سفر کرتا رہتا۔ پھر جا کر وہ گھوڑے سے اترتا اور کھانا کھاتا۔ غذا کیا تھی؟ جو میں پکا ہوا گوشت یعنی ہریسہ۔ مغل سپاہیوں کے علاوہ بہت سے مسافر بھی اسی راستے پر ولیم کے ساتھ چل رہے تھے۔ دوران سفر میں ولیم کی ملاقات تبرص کے ایک پادری اور ہنگری کے ایک راہب سے ہوئی۔ یہ دونوں تاتاری زبان اچھی طرح جانتے تھے۔ ولیم نے اندازہ کیا کہ یہ تاتاری اپنے آپ کو تمام مخلوق سے برتر سمجھتے ہیں۔

یہ مغل سوار فرانس کے دلندیزی پیامبر کو صرف اس لئے ساتھ لیے تھے کہ وہ با ترشان فرمان روائے منگولیا "خاقان" کے پاس جا رہا تھا۔

آخر کار یہ دریائے والگا کے کنارے پہنچ گئے۔ مغل سواروں نے ولیم

کو کشتی کے ذریعے سے پار کیا اور مشرقی کنارہ پر پہنچا دیا جہاں تاتاریوں کے جانور چرا کرتے تھے۔ ولیم کا بیان ہے:

"ہم ایک کشتی میں بیٹھے اور دریائے والگا کو پار کر کے باتو خاں کے دربار کی طرف روانہ ہوئے۔ اس کا جاہ و جلال دیکھ کر ہماری آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ ہر طرف خیمے ہی خیمے نظر آ رہے تھے۔

... باتو ایک پلنگ نما لمبے چوڑے کاؤچ پر بیٹھا تھا۔

سب سے پہلے ہم ایک مسلمان کے پاس لے جائے گئے جو ہمیں ایک بڑے خیمے میں لے گیا جس کا دروازہ جنوب مغرب کی طرف کھلتا تھا۔ بہت سے لوگ عالم انتظار میں دروازے پر کھڑے تھے۔

یہ بارگاہ خان منگل اعظم کا مرکز تھی۔ وہ ہمیشہ یہیں اپنے آدمیوں کے درمیان رہتا تھا۔

پھر ہم دوسرے خیمے میں لے جائے گئے۔ نگہبانوں نے ہمیں ہدایت کی کہ خیمے یا اس کی ڈوریوں کو ہاتھ نہ لگائیں۔ ہم برہنہ پا تھے۔ ہمارے سروں پر کلاہ تھی جو لوگ خیمے کے اندر موجود تھے۔ وہ ہمیں حیرت کے ساتھ دیکھ رہے تھے۔

باتو ایک لمبی چوڑی مسند پر متمکن تھا جو سطح زمین سے تین قدم اونچی تھی اور اس پر زربفتی روپوش پڑا ہوا تھا۔ ایک خاتون حرم اس کے پہلو میں بیٹھی تھی۔ وزیر اور ندیم گرداگرد زمین پر بیٹھے تھے۔

دروازے پر ایک تپائی رکھی تھی جس پر زریں چادر پڑی ہوئی تھی۔ اس پر سونے چاندی کے موتیوں سے جڑے ہوئے پیالے رکھے تھے جو گھوڑی کے دودھ سے لبریز تھے۔ ہمیں ہدایت کر دی گئی تھی کہ باتو خاں کے سامنے آغاز سخن نہ کریں۔

باتو خاں نے ایک لمحے تک ہمیں گھورا جو ایک مرد تندخو نظر آرہا تھا۔

میں نے زیر لب دعا پڑھنی شروع کر دی۔

چند لمحوں کے بعد اس نے میری طرف اشارہ کیا کہ گفتگو کا آغاز کروں۔ میرے رہنما نے آہستہ سے مجھے بتایا کہ فوراً سر بہ زانو ہو جاؤ۔ باتو نے حکم دیا کہ مجھے جام دیا جائے۔ یہ مہمان کی بہت بڑی عزت افزائی تھی۔ باتو خاں نے دوران گفتگو مجھے اپنے چہرے کی طرف دیکھنے کی ہدایت کی۔ کیونکہ منگولوں کے نزدیک یہ بزدلی تھی کہ کوئی شخص گردن نیچی کر کے ان سے بات کرے۔

اس طرح شہنشاہ فرانس کا ایلچی چنگیز خاں کے پوتے کے سامنے اپنے آپ کو ایک ذرۂ بے مقدار ثابت کر رہا تھا۔ سلطنت کی وسعت کا یہ عالم تھا کہ وہ دریائے ڈینیوب (DANUBE) سے لے کر دریائے یانگ سی (Yangtze) تک پھیلی ہوئی تھی۔ یہاں قبلائی خاں حکومت کر رہا تھا۔

اس کے بعد ولیم منگولوں کے اصل وطن کی طرف روانہ ہوا۔ یہاں کا خان اعظم تولوئی کا بیٹا تھا۔ ولیم کو یہاں مسیحیوں کے گروہ بھی نظر آئے۔ یہ مقام دنیا کا ایک چوراہا تھا۔ یہاں نسطوری عیسائی تھے۔ میز (Metz) کی عورتیں تھیں جو خوبصورت گھروں میں رہتی تھیں۔ پیرس کا ایک زرگر تھا اور روس کا ایک امیر کبیر بھی موجود تھا۔

چین اور آرمینیا اور ایران کے معلم موجود تھے جو لوگوں کو مختلف زبانیں سکھاتے تھے۔ فرانسیسی زرگر نے خالص چاندی کا ایک درخت بنایا تھا۔ اس کی خاصیت یہ تھی کہ چوٹی پر جیسے ہی طبل بجایا جاتا تو شہد اور شراب کے قطرے ٹپکنے لگتے تھے۔ اس نے راہب ولیم کے لئے ایک محراب بھی بنائی تھی۔

چنگیز خاں نے پیش بینی کی تھی کہ اس کی اولاد ایسے ہی منعمات کی جویا ہوگی اور کچھ عرصے بعد اس کی ہدایات کو فراموش کر دے گی اور اب اس کی پیش بینی صحیح ثابت ہو رہی تھی۔

تولوئی کا بیٹا جو ایران پر حکومت کر رہا تھا ہرگز اس پر تیار نہیں تھا کہ اپنے وطن واپس جائے۔ اس طرح باتو بھی والگا کے ساحل پر رہ پڑا تھا۔

اگرچہ مغل فوج سابق کے مقابلے میں اب کہیں زیادہ بڑی تھی لیکن چنگیز خاں کا خاندان باہمی اتحاد سے محروم ہو گیا تھا۔ اس کے تمام پوتے صرف اپنے بارے میں سوچتے تھے، اور وہ اپنے محکوم ملکوں کی تہذیب تمدن کے خوگر ہوتے جا رہے تھے۔ اب کوئی سبوتائی نہ تھا کہ انہیں امورِ جنگ میں متحد رکھ سکتا۔ آخرکار ہوشیاری یبو کشائی کی تعلیم چنگیز خانی قانون پر غالب آئی۔

جب قبلائی خاں خانِ اعظم بنا تو اس نے صحرا کی اقامت ترک کر دی اور ختا میں جا کر رہنے لگا۔ کچھ عرصہ تک ین کنگ کے محلات میں رہنے کے بعد اس نے چینی عادات و اطوار اختیار کر لیے اور اپنے خاندانی عادات و اطوار سے بے گانہ ہو گیا۔

جب اس طرح مغل سردار ایک دوسرے سے جدا ہو گئے تو آپس میں لڑنے لگے۔ ان میں سے ہر ایک نے کوئی دوسرا مذہب قبول کر لیا۔ جو چین میں تھے، بدھسٹ ہو گئے۔ جو ایران میں تھے انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ جو اب تک اپنے صحرائی وطن میں تھے وہ لاماؤں اور شامانوں کی امت بن گئے۔

نتیجہ یہ ہوا کہ آخر میں خارجی تمدن مغلوں کی وحشیانہ طاقت پر غالب آ گیا۔

لیکن یہ ماننا پڑے گا کہ وہ چنگیز خاں تھا جس نے عہد مغلیہ کی دیواریں توڑیں اور ایشیائے بعید کو مسیحی یورپ سے مربوط کر دیا۔

تتمہ

بہ تدبیر رئیس احمد جعفری

۵

واقعہ یہ ہے کہ چنگیز تاریخ کا ایک ایسا حادثہ ہے جس کی کوئی نظیر اور مثال نہیں مل سکتی ۔ اسے تازیانۂ خدائے قہار اور قہر خداوند جبار کہا جائے تو کچھ بے جا نہ ہوگا ۔ اس نے اور اس کے بعد اس کی اولاد نے مشرق اور مغرب میں تہلکہ ڈال دیا ، شہر ویران کر دیئے ، عمارتیں ڈھا دیں ، کھیت جلا دیے اور انسانی سروں کے ان گنت مینار بنا ڈالے ۔ دنیا کی کئی مہذب اور متمدن قوموں کو تہس نہس کر کے اس طرح مٹا دیا جیسے صفحۂ قرطاس سے حرفِ غلط مٹا دیا جاتا ہے ۔

مشرق میں چنگیز اور اس کی اولاد نے جو کچھ کیا وہ تو ایک مستقل لیکن جداگانہ داستان ہے ۔ مگر مغرب میں بھی اس طوفان بلاخیز نے جو دہشت اور سراسیمگی

پھیلا دی تھی اور بجائے خود ایک حادثہ بھی ہے اور لطیفہ بھی۔ اس موضوع پر مصنف نے ایک دوسری کتاب میں جو معلومات چنگیز اور مغلوں کے بارے میں فراہم کی ہیں ان کے دستہ جستہ حصص ذیل میں درج کئے جاتے ہیں:

• چنگیز خان کے مرنے پر ایک پشت کے بعد عیسائی ملکوں پر بڑی ایک رعشہ طاری ہوا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ مغل سوار مغربی یورپ کو پامال کر رہے تھے۔ پولینڈ کا بادشاہ بولسلاس اور ہنگری کا بادشاہ بیلا مغلوں سے شکست پا کر میدان سے بھاگے تھے۔ ——— ——— سلیسیہ کا بادشاہ مع اپنے ٹیوٹن شہسواروں کے شہر لیگ نٹز کے سامنے مغلوں کے تیروں سے زخمی ہو کر ختم ہو چکا تھا۔ روس کا تاجدار جورج بھی اسی انجام کو پہنچا تھا کہ ملکہ بلانش شاہ قسطنطنیہ کی بیٹی اور بادشاہ فرانس لوئی کی ماں، جو کہ بیٹے کے مشرق کی طرف جنگ صلیبی میں شریک ہونے چلا تھا، بیقرار تھی اور بیٹے کو یاد کر کے چیخی "بیٹے میرے دل تو کہاں ہے"۔ جرمانیہ کے بادشاہ فریڈرک ثانی نے جس کی شخصیت میں بہت کچھ سکون اور صلاحیت تھی۔ انگلستان کے بادشاہ ہنری ثالث کو لکھا کہ یہ تاتاری خدائی قہر سے کم نہیں ہیں۔ یہ غارت گر ہیں ملکوں پر ان کے گناہوں کی سزا دینے کے لیے خدا کی طرف سے نازل ہوئے ہیں اور سب بنی اسرائیل کے وہ گمشدہ قبیلے ہیں جس نے سونے کا گئو سالہ بنا کر اس کی پرستش کی تھی اور اس بت پرستی

کی سزا خدا نے انہیں یہ دی کہ ایشیا کے صحراؤں میں پراگندہ ہو کر وہیں مقید رہیں۔

انگلستان کے مشہور فلاسفر روجر بیکن نے رائے ظاہر کی کہ مغل دشمن مسیح یعنی دجال کی نوج ہیں اور قتل و غارت کے ساتھ خدا کی آخری کھیتی کاٹنے آئے ہیں۔

اس یقین کو زیادہ تقویت ایک پیشین گوئی سے ہوئی جو غلطی سے سینٹ جیروم سے منسوب کی گئی تھی کہ "دجال مسیح کا دشمن اور نو پہاڑوں کی پشت سے ایک قوم ترکوں کی خروج کرے گی اور یہ قوم ناپاک اور پلید ہو گی۔ شراب نمک اور گیہوں میں سے کسی چیز کا استعمال نہیں کرے گی اور وہ تمام دنیا کو تباہ کر دے گی۔

پس پاپائے روم نے شہر لیون میں ایک مذہبی مجلس منعقد کی۔ اس مجلس کے سامنے ایک سوال یہ بھی تھا کہ مغلوں کے سیلاب کو کیونکر روکا جائے۔ چنانچہ موضع پلانو کارپینی کا رہنے والا جوانیس جو مسیحی طبقہ فرانس کا ایک معزز رکن تھا، پاپا کا نائب اور سفیر ہو کر مغلوں کے ملک میں بھیجا گیا اور اس کی وجہ یہ بیان ہوئی کہ ہمیں خوف ہے کہ خدا کے کلیسا کو سب سے زیادہ اور سب سے قریب خطرہ مغلوں کی وجہ سے درپیش ہے۔

گرجاؤں میں دعائیں مانگی گئیں کہ اے خدا مغلوں کے غضب سے ہمیں بچا۔

اگر محض غارت گری اور انسان کی ترقی کو روکنا چنگیز خاں کی زندگی کا مقصد
ہوتا تو ہم سمجھ لیتے مغلوں کا یہ سردار ایک دوسرا اٹیلا یا ایلارک تھا جس کا
کام جہاں گردی کے سوا کچھ اور نہ تھا - لیکن چنگیز خاں خدا کا تازیانہ مبارز کامل
اور تاجوں اور تختوں کا مالک بھی تھا -

جب صورت یہ ہو تو اس منغل کے گرد وار د لشکر کا ایک تاریک غبار سا چھایا
نظر آتا ہے اور سمجھ میں نہیں آتا کہ ایک خانہ بدوش، شکار پیشہ انسان اور
مویشیوں کے چرواہے نے دنیا کی تین سلطنتوں کی فوجی طاقت کو کس طرح نیست و
نابود کر دیا اور ایک صحرائی جس نے کبھی کسی شہر کی صورت تک نہ دیکھی تھی اور جسے
لکھنا تک نہ آتا تھا، اس نے پچاس قوموں کے لیے ایک مجموعۂ قوانین "تورۂ
چنگیز خانی" کیوں کر مرتب کر دیا -

روائی کے فن میں نپولین یورپ کے لوگوں میں سب سے ممتاز نظر آتا ہے
مگر اس سے چند فروگذاشتیں ایسی ہوئیں جن کو ہم بھول نہیں سکتے - ایک مرتبہ
مصر میں اپنی فوج کو دشمن کے حوالے کر کے خود بچ کر نکل گیا - دوسری مرتبہ
لشکر کے بقیۃ السیف کو روس کی برف میں مرنے کے لیے پیچھے چھوڑا اور خود
واٹرلو کے گرداب میں جا پھنسا - جس قصر سلطنت کو اس نے تعمیر کیا تھا
اسے اپنی ہی زندگی میں گرتے دیکھ لیا اور جو مجموعۂ قوانین خود مرتب کیا تھا
وہ اس کے سامنے ہی پھاڑ کر پھینک دیا گیا اور ان سب باتوں کے

سانحہ جینتے جی یہ بھی دیکھنا پڑا کہ اس کا فرزند تاج و تخت سے محروم قرار پائے۔ یہ تمام باتیں تماشاخانے کا منظر پیش کرتی ہیں۔ جس میں پنو بین سب سے بڑا تماشاگر ہے۔

فیروز مندی و کشور کشائی کے اعتبار سے اگر چنگیز خان کا ہم عصر تلاش کیجئے تو سکندر مقدونی پر نظر پڑتی ہے یہ وہی سکندر ہے جو عواقب سے بے پروا ایک مظفر و منصور نوجوان بادشاہ تھا۔ خدا کی مثل مانا گیا تھا اور اپنے جیوش کو لیے اس طرف بڑھا تھا جہاں سے آفتاب طلوع ہوتا ہے۔ یونان کے علم و فضل اور یونانی تہذیب و تمدن کی برکتیں اس کے ساتھ تھیں۔ سکندر اور چنگیز خان کا خاتمہ بھی اسی حالت میں ہوا کہ فتح و ظفر کا سمندر موجزن تھا چنانچہ ایشیا کے افسانوں میں اب تک ان دونوں کا نام باقی ہے۔

لیکن مرنے کے بعد سکندر اور چنگیز خان کے کارنامے ایسی صورت پیش کرتے ہیں جن کا باہمی مقابلہ کرنا فضول ہو جاتا ہے۔ سکندر کے سپہ سالار آقا کے مرتے ہی مفتوحہ ملکوں کے حصے بخرے کرنے پر لڑنے لگے اور سکندر کا فرزند مجبور ہوا کہ ان کے قرب سے راہ فرار اختیار کرے۔ چنگیز خان نے آرمینیہ سے لے کر کوریا تک اور تبت سے لے کر دریائے ایفل و وگا تک اپنی سلطنت ایسے مضبوط طور پر قائم کر لی کہ اس کے مرنے پر اس کا لڑکا اوکتائی بغیر کسی مخالفت کے خاقان تسلیم کیا گیا

اور اس کے پوتے قبیلائی نے نصف دنیا پر بادشاہی کی۔

ایک وحشی کی اس افسوں گری نے کہ عدم محض سے ایک عظیم الشان سلطنت دفعتہً وجود میں لے آیا، مورخوں کی عقل کو چکر میں ڈال دیا۔ اور کوئی وجہ صاف طور سے اس عجیب واقعہ کی ان کی سمجھ میں نہیں آتی۔ زمانہ حال کی تاریخی کتابوں میں جو انگلستان میں شائع ہوئی ہیں جہاں چنگیز خاں کے زمانے سے بحث کی ہے وہاں لکھا ہے کہ اس شخص کی سلطنت کا قیام ایک ایسا واقعہ ہے جس کی شرح و تعبیر ممکن نہیں۔ اب بھی مورخوں میں سے ایک عالم لکھتے لکھتے ٹھہر جاتا ہے اور چنگیز خاں کی شخصیت پر جو تقدیر کے کرشموں سے معمور ہے غور کر کے کہتا ہے، کہ اس انسان کے کمال کو اور شیکسپیئر کے کمال کو سمجھنا یکساں دشوار ہے۔

چنگیز خاں کے جانشین

چنگیز اور جوجی میں جو اس کا بڑا لڑکا تھا، کبھی نہیں بنی۔ وہ سرکش نافرمان اور خود رائے تھا۔ لیکن چنگیز اس سے بھی محبت کرتا تھا۔ اس لیے

کہ گو وہ اس کے صلب سے نہ تھا لیکن برتائی کے بطن سے تو تھا اور برتائی سے اسے والہانہ محبت تھی:۔

۔ تموجن کو کبھی اس بات کا پورا یقین نہیں ہوا کہ اس کا پہلا فرزند واقعی اس کے صلب سے تھا لیکن بورتہ کے ساتھ دلی تعلق اور محبت میں کمی نہیں ہوئی۔ بورتہ کے بطن سے جس قدر لڑکے ہوئے ان سب کے ساتھ تموجین کا سلوک یکساں رہا۔ اولاد دیگر بیویوں سے بھی تھی، لیکن بورتہ کے بیٹوں کو بہت اخلاص و رغبت سے اپنے ساتھ رکھا۔ تاریخ میں تموجن کی دوسری بیویوں اور بچوں کے نام مذکور ہوئے ہیں ، مگر وہ فقط نام ہی نام ہیں۔

اس کی مزید تفصیل مسلم تاریخوں سے ان الفاظ ملتی ہے:

"بورتہ کو تموجن سے حاملہ ہونے کے بعد کریت لے گئے تھے اور قرایت نے جب مرکیت کے تبغ سے بورتہ کو رہا کیا تو وہ اسے اپنے بادشاہ طغرل کے پاس لے گئے۔ طغرل نے تموجین کے تعلقات کی وجہ سے اسے اپنی بہو کے برابر سمجھا۔ جوچی تموجین کا پہلا لڑکا طغرل ہی کے محل میں پیدا ہوا تھا اور اس بچے کا نام جوچی یعنی مہمان نورسیدہ اسی وجہ سے رکھا گیا تھا کہ بورتہ اس زمانہ میں طغرل کے یہاں مہمان تھی۔ معلوم نہیں مصنف نے تموجین کا شبہ کہاں سے نقل کیا ہے۔ جوچی

کے بھائیوں نے الغ بیگ کے محاصرہ کے وقت جو جی پر اس قسم کا طعن کیا تھا جس پر وہ بھائیوں سے ناراض ہو گیا۔ (دیکھو حبیب السیر جزو اول از جلد سوئم صفحہ ۳، ۴) ۔

ملک ختا

اس کتاب میں تسخیرِ ملک ختا کا ذکر آچکا ہے لیکن ختا کے بارے میں ہماری معلومات بہت محدود ہیں۔ نامناسب نہ ہوگا اگر اس سلسلے میں کچھ ضروری معلومات پیش کر دی جائیں۔

ختا کے شہروں میں تفریح کے لیے بڑے بڑے خوش نما تالاب اور قدرتی جھیلیں تھیں۔ ان میں خوبصورت کشتیاں اور بجرے پڑے رہتے تھے۔ شوقین لوگ ان میں بیٹھ کر بادہ نوشی کرتے اور ان کے سامنے گانے والیاں چاندی کے مجیرے ہاتھ میں لیے گانے بجاتیں۔ کبھی مندروں اور عبادت خانوں پر جن کی چھتوں پر کاشی کاری کے نقش و نگار ہوتے تھے میلے لگتے اور مندروں سے گھنٹا کی آواز جو پرستش کے لیے بلاتی تھی بہت سے عیش کے بندوں کو بھی ہوشیار کر دیتی۔

کبھی پرانے مذہبی صحائف جو بانس کے اندر پر لکھے جاتے تھے پڑھے جاتے تھے۔ یہ اس قدر پرانے وقتوں کے نوشتے تھے کہ کسی کو ان کی قدامت کا صحیح اندازہ نہ تھا۔ مذہبی کتابیں پڑھنے کے بعد لوگ ضیافتوں میں شریک ہونے چلے جاتے۔ یہاں شاہی خاندان تانگ کے مبارک عہد پر بحثیں چھڑ جاتیں۔ مگر یہ سب، لوگ وو دمان تن کے ہوا خواہوں اور شہنشاہ وقت کے جاں نثاروں میں تھے۔ روایات سابقہ کے مطابق زندگی بسر کرتے تھے اور انہی روایات کے مطابق سب سے بڑا فرض انسان کا یہ تھا کہ شاہی خاندان کی اطاعت اور تابعداری ہمیشہ جان و دل سے ادا ہوتی رہے۔ اس میں چاہے ایسے موقع ہی کیوں نہ آ جائیں جیسے کہ مصلح قوم کوانگ (شیخو برس) کے زمانے میں آئے تھے کہ شاہی جلوس نکلاتے اور لوگ دیکھتے ہیں کہ شہنشاہ وقت گاڑی میں ایک شاہد بازاری کو پہلو میں لیے بیٹھا ہے اور قوم کا دردمند اور غمخوار کوانگ اس جلوس کے پیچھے پیادہ پا ہے۔ خلقت اس پر ناراض ہوتی ہے، شور مچاتی ہے اور پکار پکار کر کہتی ہے "دیکھو عیش و نا پاکی آگے آگے ہیں اور نیکی ان کے پیچھے چل رہی ہے۔"

کبھی کوئی آوارہ حال شاعر شراب پیے دریا کے کنارے چاندنی کی بہار دیکھنے میں ایسا محو ہوتا ہے کہ دریا میں گر کر ڈوب جاتا ہے مگر

باوجود اس بے احتیاطی کے اس کے شاعر ہونے میں کسی کو کلام نہیں حصول کمال کے لیے بڑی محنت و وقت درکار ہے لیکن خطا میں وقت انتہا ارزاں تھا کہ جتنا چاہے صرف کیجیے۔

کہیں مصور موئے قلم ہاتھ میں لے کر نقاشی میں مصروف ہے تصویر میں شاخ پر پرند یا پہاڑ کی چوٹی بنائی ہے جس پر برف پڑی ہے۔ ہر نقش میں ایک ایک چیز کو بال بال دکھایا ہے لیکن تقدیر کو جانچنے والا نجومی بھی گھر کی چھت پر تجور کے کرے اور ربع دائرے میں بیٹھا کواکب کی گردشیں لکھ رہا ہے۔ کہیں زرجہانے پشین کا قوال پرانے وقتوں کی ایک لڑائی کی داستان الاپ رہا ہے۔

اہلِ ختا کا طریق جنگ

ختائیوں کے پاس آلات حرب بھی بہت تھے۔ رتھ ایسے جن میں بیس بیس گھوڑے جوتے جاتے تھے۔ مگر اب وہ سب پرانے اور بیکار ہو چلے تھے۔ پتھر پھینکنے کے بڑے بڑے منجنیق اور گندے دار کمانیں رکھتے تھے۔ یہ کمانیں ایسی سخت ہوتی تھیں کہ دس دس آدمیوں

کی طاقت بھی ان کے چلے چڑھانے پر قادر نہ تھی۔ منجنیقیں ایسے رکھتے تھے کہ جن کے رسوں کو چرخی پر بل دینے کے لیے توپ خانے کو دو دو سو جوان لگانے جاتے تھے۔ ان آلاتِ حرب کے سانھ "آتش پتراں" بھی ان کے پاس تھی اور بانس کے ٹونگوں میں بارود بھرے خدنگ بھی تھے جنہیں وہ دشمن پر پھینکا کرتے تھے۔

لڑائی لڑنا ختا میں ایک بڑا ہنر اور فن تھا اور یہ اس وقت سے تھا جب سے کہ مسلح فوجیں اور لڑائیوں کے رتھ ایشیا کے وسیع میدانوں میں قواعد کیا کرتے تھے۔ لڑائی میں لشکر جہاں ہوتا تھا وہاں ایک عبادت خانہ بھی بنا لیتے تھے۔ تاکہ امیر لشکر وہاں بیٹھ کر خدا کے حضور میں لڑائی کے نقشے پر غور کرے اور کوئی خلل نہ ہو۔ کوانتی یعنی لڑائی کے دیوتا کے پوجنے والے بھی وہاں کم نہ تھے۔ ختائی سب سے بڑی قوت اس میں تھی کہ اس کی بے شمار نفری با قواعد دان تھی اور قواعد کی پابند تھی۔ اس کے ساتھ ہی ایسی قوموں کی انتہا نہ تھی جن سے لڑنے والے حاصل کئے جاتے تھے، پانی کے خزانے تھے جن کے قطروں کا شمار نہ تھا۔

سلطنت ختا میں جس قدر کمزوری تھی وہ درحقیقت اس کے شہنشاہ کی کمزوری تھی۔ شہنشاہ نے اپنے لیے بھی قاعدہ مقرر کر رکھا تھا کہ وہ اپنے دارالحکومت ین کنگ سے قدم باہر نہ نکالے۔ فوجوں کی افسری اور

سالاری، امیروں اور سرداروں کے سپرد کر رکھی تھی۔ اپنا کام دوسروں پر ڈال دیا تھا۔ لیکن دیوار چین کی دوسری طرف جو صحرا نورد قومیں بستی تھیں ان کی فوجی طاقت کا دارومدار ان کے خان کی عقل و ذہانت پر تھا۔ اور لڑنے کا ملکہ اس خان کو خدا کی طرف سے ملا تھا

چنگیز خان کی شخصیت

(چنگیز کی شخصیت اور متعلقین سے برتاؤ کی ایک جھلک)

• چنگیز خاں کے خاندان کے آدمی بڑھتے جاتے تھے۔ کیمپ میں علاوہ ملکہ بورتہ کے اور بیویوں کے خیمہ گاہ بھی ہوتے تھے اور جس قوم کی بیوی ہوتی تھی، اسی قوم کے آدمی اس کی خدمت میں رہتے تھے۔

خان کی دو بیویاں ختا اور لیاؤ کی شہزادیاں تھیں۔ یہ شاہی دودمان ترک کی بیٹیاں تھیں اور صحرا گرد قوموں کی سب سے زیادہ حسین عورتوں میں شمار ہوتی تھیں۔

مردوں کی دلیری اور ہمت اور گھوڑوں کی تیز رفتاری اور بسیارخواری

کی پہچان تو چنگیز خاں رکھتا ہی تھا مگر عورتوں کا حسن و جمال پرکھنے میں بھی کچھ کم جوہر شناس نہ تھا جہاں کسی مغل نے اس کے سامنے کسی حسین عورت کا ذکر کر کے کہا کہ معلوم نہیں اب وہ کہاں ہے اور کیونکر مل سکتی ہے تو چنگیز بالکل بے اختیار ہو کر کہتا تھا کہ اگر حقیقت میں وہ حسین ہے تو ہم اسے ضرور حاصل کر لیں گے

چنگیز خاں کے خواب کا ایک عجیب قصہ بیان ہوا ہے۔ اس نے خواب میں دیکھا کہ اس کے قتل کے لیے سازش ہو رہی ہے اور اس سازش میں اس کی حرموں میں سے ایک حرم سب سے زیادہ سرگرم ہے۔ چنگیز خاں حسب معمول اس وقت میدان جنگ میں تھا اور اپنے خیمہ میں سو رہا تھا۔ اس پریشان خواب کو دیکھتے ہی آنکھ کھل گئی فوراً آواز دی کہ دروازے پر پہرے والوں کا افسر کون ہے

افسر نے آواز سنتے ہی فوراً اپنا نام پکارا۔ آواز پہچان کر خاں نے حکم دیا "اچھا ہم فلاں حرم تمہیں انعام میں دیتے ہیں۔ اسے ابھی اپنے خیمے میں لے جاؤ"۔ یہ وہی حرم تھی جسے خواب میں سازش کرتے دیکھا تھا۔

اخلاقی مسائل بھی چنگیز خاں اپنے ہی انداز پر حل کیا کرتا تھا۔ ایک دوسری حرم کا بیان ہوا ہے کہ وہ کسی مغل خادم کی خوشامد سے ایسی خوش ہوتی کہ اس کی طرف متوجہ ہو گئی۔ چنگیز خاں کو جب اس بات کی خبر ہوئی تو کچھ دیر سوچتا رہا مگر اس کے قتل کا حکم نہیں دیا۔ خود یہ کہہ کر کہ قصور میرا ہے کہ ایسی متبذل عورت کو اپنی حرم بنایا۔ اس خادم اور حرم کو اپنے سامنے سے نکلوا دیا۔

تاتاریوں کی تباہ کاریاں

بخارا کی تباہی کا حال گزشتہ صفحات میں بیان ہو چکا ہے۔ ایک اور منظر ملاحظہ ہو:-

"خوارزم شاہی فوج جس قدر شہر میں تھی۔ اس نے مغلوں کا مقابلہ بڑی ہمت اور بہادری سے کیا تھا اور بہت سے مغلوں کو قتل بھی کر ڈالا تھا۔ اس پر مغلوں کی آتش غضب اور بھڑکی اور آخرکار حاکم بخارا اور اس کے ساتھیوں کا کام تمام کر دیا۔ جب شہر والوں نے اپنا کل مال و متاع خزانے اور دفینے مغلوں کے حوالے کر دیے تو مغلوں نے انہیں شہر سے نکال کر میدان میں بھیج دیا۔ ایک مسلمان مورخ نے اہل بخارا کی تباہی اور مصیبتوں کی تصویر اس طرح کھینچی ہے:

یہ قیامت کا دن تھا۔ مرد عورتیں بچے جب ایک دوسرے سے جدا ہونے لگے تو سوائے ان کے رونے پیٹنے کے کوئی اور آواز سنائی نہ دیتی تھی۔ مغلوں نے عورتوں کو ان کے عزیزوں کے سامنے بے آبرو کیا۔ بہت سے غیرت مند مسلمان بھی تھے جو اس بے عزتی کو نہ دیکھ سکے۔ تلواریں کھینچ کر دشمن پر آ گرے اور لڑتے لڑتے وہیں کٹ مرے۔

شہر کے مختلف حصوں میں مغلوں نے آگ لگا دی۔ اکثر مکان لکڑی یا پھوس کے تھے۔ آگ لگتے ہی شعلے بلند ہوئے۔ تمام شہر پر دھوئیں کا ایک سیاہ بادل ایسا چھایا کہ سورج بھی اس میں چھپ گیا۔ مغل سواروں کی حراست میں اسیران جنگ بھی آئے

سمرقند روانہ کئے گئے۔ مغل گھوڑوں پر سوار تھے۔ قیدی پیدل تھے۔ فاصلہ زیادہ نہ تھا۔ مگر اسیروں کو اس حال میں جو جو مصیبتیں اٹھانی پڑیں۔ وہ بیان سے باہر ہیں۔

جلال الدین کی بے نظیر شجاعت

جلال الدین خوارزم شاہ جب چنگیز کی آنکھوں میں دھول ڈال کر دلیرانہ دریائے سندھ میں گھوڑے سمیت کودا ہے۔ اس کا ایک منظر:

دریا میں گھوڑا ڈال کر جس وقت جلال الدین دوسرے کنارے پر پہنچا ہے تو روضۃ الصفاء میں اس کا یوں بیان آیا ہے

"وچوں ایں احوال مشاہدہ چنگیز خاں گشت گریبان و قبا بدنداں گرفتہ براد مزیں کرد و گفت از پدر بدینساں نزاید بگیتی پسر

بصحرا چو شیر است فیروز جنگ ۔ بدریا دلیر است ہمچو نہنگ

ورشے بفرزنداں آورد و گفت از چناں پدر پسر ہمیں باید روضۃ الصفا جلد چہارم صفحہ ۱۲۲)

—— چنگیز واپس اپنے وطن کی طرف لوٹتا ہے لیکن کس طرح؟

جنوب کے شہروں کو تباہ و غارت کر کے جب آخری ویران شہر سے چنگیز خان آگے بڑھنے لگا تو حسب معمول حکم دیا کہ جس قدر اسیران جنگ لشکر کے ساتھ ہیں۔ ان سب کو قتل کر دیا جائے۔ اس حکم کے جاری ہوتے ہی ہزارہا مصیبت زدہ

قیدی جوان کے ہمراہ تھے قتل کر دیئے گئے ۔ لشکر کے ساتھ مغلوب بادشاہوں کی بیگمات بھی تھیں۔ مغل ان کو گوبی لے جا رہے تھے۔ ایک جگہ ان عورتوں کو حکم ہوا کہ سڑک کے کنارے بیٹھ کر اپنے وطن پر آخری نگاہ ڈال کر نوحہ کریں۔

فارسی تاریخوں میں یہ مضمون اس طرح بیان ہوا ہے

"چنگیز خاں از صوب سمرقند بصوب مغولستان روان شد و فرمود تا ترکان خاتون والدہ سلطان خوارزم شاہ و دیگر حرمہائے آں بادشاہ عالیجاہ پیش پیش لشکر بہ آواز بلند۔

بیت

بر ایران و سلطان و تاج سریر — ہر وقت نوحہ کنند و نفیر

و ترکان خاتون بہ آں خیل ترکان حالی آں راہ ، ہمی ریخت آب و ہمی کند موئے

جہاں از آں قصہ و گفت و گوئے

(حبیب السیر ، جزو اوّل از جلد سوم ص ۲۶)

—— اور وطن واپس پہنچنے کے بعد دربار لگاتا ہے

گھوڑی کے دودھ کی جگہ مغل شہر اعدی میں آج ایران کی سُرخ و شفاف شرابیں اور شہر نیش کے شیشے چنے گئے ہیں۔ خود چنگیز خاں شراب شیرازی بہت پسند کرتا تھا۔

چنگیز خاں اس وقت سلطان محمد علاؤ الدین خوارزم شاہ کے تخت زرنگار پر جسے خوارزم سے اپنے ساتھ لایا ہے، دربار میں بیٹھا ہے تو اس مرحوم بادشاہ

کا تاج اور عصا بھی ایک طرف قریب ہی رکھا ہے۔ جس وقت تمام درباری بیٹھ گئے تو سلطان محمد خوارزم شاہ کی ماں "ترکان خاتون" دربار میں حاضر کی گئی۔ ہاتھوں میں سونے کی زنجیریں پڑی تھیں۔ تخت کے قریب ہی سپید نمدے کی مسند گھوڑے کے بالوں کی بنی ہوئی بچھی تھی۔ یہ گویا چنگیز خاں کی پہلی حکومت کی یادگار تھی۔

چنگیز خاں کا ضابطۂ قانون

مرتے وقت چنگیز نے اپنی اولاد کو اور اپنے متبعین کو ہدایت کی تھی کہ ضابطہ" چنگیزی یعنی —— یاسا —— سے کبھی منحرف نہ ہوں۔ یہ قوانین حسب ذیل ہیں:۔

۱۔ حکم دیا جاتا ہے کہ سب لوگ صرف خدا کو مانیں جو آسمان و زمین کا پیدا کرنے والا ہے اور صرف اسی کے اختیار میں ہے جس کو چاہے زندگی اور موت دے اور جس کو چاہے دولت اور افلاس دے۔ اس کو تمام چیزوں پر قدرت حاصل ہے۔

۲۔ ہر مذہب کے پیرو، واعظ، درویش اور ایسے لوگ جنہوں نے ریاضت و عبادت کے لیے اپنی زندگی وقف کر رکھی ہے، مسجدوں کے موذن، طبیب مردہ شو علاوہ ہر قسم کے محصول سے مستثنیٰ رکھے جائیں۔

۳۔ کوئی شخص خواہ کسی درجہ اور مرتبہ کا ہو۔ اس وقت تک خاقان نہیں

کیا جائے گا، جب تک کہ شہزادوں، خانوں اور سرداروں اور دیگر شرفا مغل نے قوریلتائی کر کے اسے خاقان منتخب کیا ہو۔ جو شخص اس قاعدے کا پابند نہ ہوگا، اسے قتل کی سزا دی جائے گی۔

۴۔ قوموں کے سرداروں اور جملہ اہل لوگوں کو حکم دیا جاتا ہے کہ وہ اعزازی خطابات قبول نہ کریں۔

۵۔ کسی ایسے بادشاہ یا شہزادے یا قوم کو امان نہ دی جائے جس نے ہماری اطاعت پہلے ہی قبول نہ کر لی ہو۔

۶۔ جس قاعدے سے فوج کی تقسیم دہ جات، صدجات، ہزارجات اور دہ ہزارجات میں اب تک کی جاتی تھی، اسے برقرار رکھا جائے۔ اس انتظام سے کم وقت میں لشکر جمع کیا جا سکتا ہے اور افسروں پر فوج کے وقت آسانی سے تقسیم کیے جا سکتے ہیں۔

۷۔ جس وقت لڑائی شروع ہونے کو ہو تو ہر سپاہی کو چاہیے کہ اپنے افسر سے جس کا وہ ماتحت ہے ہتھیار حاصل کرے۔ ہتھیاروں کو درست رکھنا ہر سپاہی کا فرض ہے اور لڑائی سے پہلے اپنے افسر کو ان کا معائنہ کرا دینا بھی لازمی ہے۔

۸۔ سپہ سالار کی اجازت سے پہلے دشمن کے مال کو لوٹنے کی ممانعت کی جاتی ہے۔ جو آدمی ایسا کرے گا اسے موت کی سزا دی جائے گی لیکن جب لوٹنے کی اجازت دے دی جائے تو سپاہی کو بھی لوٹنے کا وہی حق حاصل ہوگا جو اس کے افسر کو ہوگا۔ اور سپاہی اور افسر دونوں کو اجازت ہوگی کہ جو مال انہوں نے لوٹا ہے اسے اپنا مال سمجھ کر اپنے پاس رکھیں بشرطیکہ خاقان کا حصہ خاقان کے محصل کو ادا کر دیا ہو۔

۹۔ لشکر کے آدمیوں میں جفاکشی و مشقت کی عادت قائم رکھنے کے لیے ... کے موسم میں بڑے پیمانے پر شکار کھیلا جائے۔ اس بنا پر حکم دیا جاتا ہے کہ کوئی شخص مارچ کے مہینے سے اکتوبر کے مہینے تک گورن، ہرن، بارہ سنگھا، خرگوش، گورخر اور ان کے علاوہ خاص خاص پرندوں کو جان سے نہ مارے۔

۱۰۔ حکم دیا جاتا ہے کہ کوئی شخص ایسے جانوروں کو جو کھائے جاتے ہیں گلا کاٹ کر نہ مارے بلکہ شکاری کا فرض ہے کہ پہلے جانور کے پاؤں باندھ کر اس کا سینہ چاک کرکے دل نکال لے۔

۱۱۔ جانوروں کے خون اور ان کی انتڑی کھانے کی ممانعت تھی لیکن اب اسے جائز کر دیا گیا۔

۱۲۔ ایک فرمان شاہی جاری ہوا کہ جو گروہ سلطنت کے امرا اور سرداروں [illegible] کیا تھا۔

۱۳۔ جو شخص [illegible] سلطنت کی جائداد [illegible] لازم ہے۔

۱۴۔ کوئی شخص چوری کرتے یا [illegible] کی چوری [illegible] پکڑا جائے اگر یہ جرم ثابت ہوگا تو اسے قتل کی سزا دی جائے گی اور لاش کے ٹکڑے کر دیے جائیں گے۔ اس سے کم کی چوریوں کی سزا بقدر سرقہ ہوگی مثلاً کبھی سات، ستر یا حسب مراتب سو تک تازیانے لگائے جائیں گے۔ مگر مجرم اس جسمانی سزا سے اس وقت بچ سکتا ہے کہ اپنی سرقہ کی قیمت کا نو گنا زر تاوان ادا کرے۔

۱۵۔ سلطنت کی رعایا میں سے کوئی شخص کسی مغل کو اپنا ملازم یا خادم نہیں بنا سکتا۔ ہر شخص کے لیے [illegible] مستثنیٰ [illegible] فوج میں بھرتی ہونا لازم ہوگا۔

۱۶۔ اس غرض سے کہ باہر کے غلاموں کا بھاگنا بند ہو جائے حکم دیا جاتا ہے کہ کوئی شخص اپنے گھر میں کسی مفرور غلام کو پناہ نہ دے اور نہ اسے کھانا اور کپڑا دے۔ ایسا کرنے والے کو قتل کیا جائے گا۔

اگر کوئی شخص کو بھاگا ہوا غلام ملے گا اور یہ شخص اس غلام کو پکڑ کر اس کے آقا کے پاس
واپس نہ لائے گا تو اس کو بھی وہی سزا دی جائے گی جو اوپر بیان ہوئی۔

۱۷۔ شادی بیاہ کے قواعد [illegible] ہر آدمی کو اپنی بیوی خریدنی ہوگی اور جو قرابت و نسب کے
مطابق ماں، جدہ اول اور درجہ دوئم کی قرابت رکھتی ہوں گی۔ ان کی باہمی شادی ممنوع ہے۔ ایک مرد
دو عورتوں سے جو آپس میں بہنیں ہوں شادی کر سکتا ہے۔ گھر کی چیزوں کی رکھوالی اور پیشوں کی
خرید و فروخت عورتوں کے ذمہ ہوگی۔ مردوں کو صرف لڑائی اور شکار سے واسطہ
ہوگا۔ بچے جو لونڈیوں کے پیٹ سے ہوں گے وہ اصلی بیویوں کی اولاد کی طرح
صحیح النسب سمجھے جائیں گے اور باپ کے متروکہ کے مالک ہوں گے۔

۱۸۔ زنا کی سزا موت ہوگی۔ لوطی ہوگی اس کے مرتکب ہوں گے انہیں فوراً قتل کر دیا جائے گا۔

۱۹۔ اگر دو خاندان آپس میں شادی بیاہ کر کے ملنا چاہیں اور ان کے بچے کمسن ہوں
تو ان بچوں میں شادی کر دینے کی۔ اگر ان میں ایک لڑکا ہے اور دوسری لڑکی ہے۔ اجازت
دی جاتی ہے۔ اگر بچے مر جائیں تو شادی کا معاہدہ اس صورت میں بھی کیا جا سکے گا۔

۲۰۔ جب بادل گرجتا ہو تو کوئی آدمی بہتے پانی میں کپڑے نہ دھوئے۔

۲۱۔ جاسوس، [illegible] کو لوٹنے والے، وہ لوگ جو خبیث حرکتوں کے عادی ہوں اور جادوگر واجب القتل ہوں گے۔

۲۲۔ فوج کے سردار اور [illegible] فرائض منصبی ادا کرنے میں [illegible] سرزنش کے یا بجائے
... طلب کرنے پر حاضر ہوں گے۔ وہ [illegible] کر دئیے جائیں گے۔ اگر [illegible] مقدار [illegible]
ہو ...... تو انہیں بذات خود خان کے حضور میں حاضر ہونا ہوگا۔

چنگیز خاں یاسائی جو دفعات ہونے پتے دی لا کروانی کی کتاب ترجمہ کی
میں دیہ مصنف لکھتا ہے کہ یاسا کے کل قوانین نے دریافت کر سکے جو بیس قوانین
درج کیے ہیں وہ مختلف ماخذوں سے مثلاً پادری ابو بکرکٹ پادری کارپنی اور بعض ایرانی
مورخین کی تحریروں سے جمع کیے ہیں۔ ظاہر ہے کہ قوانین کی یہ فہرست تو یہ پہلے اویغر
قوم کے نوشتوں سے مرتب کی گئی ہے۔

دسواں قانون عجیب ہے۔ اس کی وجہ غالباً اس زمانے کے مذہبی خیالات
تھے جو گلا نے کے لیے شکاری جانوروں کے ذبح کرنے کے متعلق رائج تھے؛
گیارھویں قانون کا مقصد یہ معلوم ہوتا ہے کہ قوانین میں ایک مضمون اور
جوڑ کی جس پر قرا اور قبت کے زمانے میں گزر ہو سکتا تھا قائم رکھا جائے۔ جیسا
یاسا کو رج اور پانی کے بارے میں تھا۔ اس کی وجہ پادری کارپینی یہ لکھتا ہے کہ منگول
اول یہ کہ گرجنے سے بہت ہی ڈرتے تھے۔ ایسی حالت میں یہ اندیشہ ہوتا تھا کہ اگر کسی
دریا یا جھیل کے قریب یہ لوگ ہوتے اور بادل گرجتا تو ممکن ہے کہ گرج کے خوف سے
پانی میں کود کر مر جائیں۔

چنگیز خاں کی وفات کا حال ہم پڑھ چکے ہیں۔ اس کی وفات ۱۲۲۷ء میں ہوئی تھی۔

اوگدائی خاں

چنگیز خاں کے بعد اس کا جانشین اس کا بیٹا اوگدائی ہوا۔ اس کا پیکر ہم اگر
نظر کے سامنے آ جائے تو اچھا ہے۔

اوگدائی اچھے نمونہ روش کا آدمی بہت منصوبہ باز حلیم اور ہیبت کا نرم ایک عجیب تصویر
پیش کرتا ہوگا۔ وہ ایک بڑا فیاض اور دریا دل مزاج تھا۔ خطا کی لڑائی جونی دولت،
دس بارہ سلطنتوں کی حسین عورتیں اور بیشمار چراگاہیں نکے گئے اس کے قبضے میں تھے
اس خیال سے اس کر ایک شخص ت کرتی ہے کہ اوگدائی کے کام بادشاہوں کے سے تھے
جب اس کے مشیروں اور وزیروں نے خاقان کی اس عادت پر اعتراض کیا کہ جو کچھ سامنے
ہوتا ہے وہ دوسروں کو بخش دیتا ہے تو خاقان نے جواب دیا کہ دنیا چھوڑ کر ایک دن
جانا ہے . . . . . . بہتر یہی ہے کہ آرام سے بسر ہو گا اور وہ بھی نوع انسان کا
گوشہ دل اور اس کی یادگار ہوگی۔

ہندوستان اور ایران کے بادشاہوں نے بڑی دولت جمع کی تھی اوگدائی ان
کے طریقے کو پسند نہ کرتا تھا اور کہا کرتا تھا کہ وہ بیوقوف ہیں۔ اس سے ان کو کچھ نفع
ہوگا کہ دنیا سے باہر وہ ان کے خزانے ساتھ نہ لے جا سکیں گے۔

مسلمان تاجروں سے منقول ہے کہ انہوں نے عجیب صاحب سنا کہ خاقان بڑی
بے پروائی سے دولت لٹا رہا ہے تو وہ لوگ جو کچھ لائے تھے اچھی اچھی چیزیں لے کر
دربار میں حاضر ہوئے اور ہر چیز کی بڑی بھاری قیمت مانگی۔ رات کو جب خاقان دربار
میں بیٹھا تو یہ تاجر قیمتوں کی فہرستیں پیش کرتے۔ ایک مرتبہ دربار کے چند امیروں
نے خاقان سے عرض کیا کہ یہ سوداگر قیمتیں بہت زیادہ طلب کرتے ہیں۔ اوگدائی
نے کہا۔ مجھے معلوم ہے یہ تاجر آتے ہی اس لیے ہیں کہ زیادہ نفع اٹھائیں۔ میں

نہیں چاہتا کہ اس دربار سے وہ مایوس ہوکر اپنے وطن کو جائیں

کبھی کبھی اوگدائی تفریحاً چپ چاپ گشت کو ہارون الرشیدانہ جاتا۔ راستے میں کوئی آوارہ گرد ملتا تو اس سے باتیں کرتا۔ ایک شکار میں ایک بڈھے فقیر نے جس کی مفلسی انتہا کو پہنچی ہوئی تھی خاقان کو تین خربوزے دیے اوگدائی کے پاس اس وقت نہ روپیہ تھا اور نہ کوئی قیمتی کپڑا تھا۔ فوراً اپنی ملکہ سرکہ خاتون سے جو شکار میں ساتھ تھی کہا کہ اپنے کانوں کے دو موتی اتار کر اس محتاج کو دے دو۔ موتی بہت بڑے اور نہایت آبدار تھے۔

ملکہ نے عرض کیا "بہتر ہوگا کہ یہ فقیر کل حاضر ہو۔ اس وقت خزانے سے خود جامہ جس قدر حکم ہوگا فوراً دے دیا جائے گا۔ نقد روپے سے جس قدر کام اس محتاج کا نکلے گا وہ ان موتیوں سے نہ نکلے گا۔ اوگدائی خان نے جواب دیا کہ وہ فقیر کو طاقتِ انتظار نہیں ہوتی۔ کل تک یہ نہیں ٹھہر سکتا اور تمہارے موتی کہیں جاتے نہیں، بہت جلد ہمارے خزانے میں واپس آجائیں گے۔

اوگدائی کو شکار کھیلنے اور کشتی دیکھنے اور گھوڑ دوڑ میں شریک ہونے کا وہی شوق تھا جو اور سب قبیلوں کو تھا۔ قوال اور مطرب، پہلوان اکثر ختا اور ایران سے چل کر حاضر ہوا کرتے تھے۔ خاندانی جھگڑے جنہوں نے آخرکار چنگیز خاں کی اولاد میں تفرقہ ڈال دیا اسی خاقان کے زمانے سے شروع ہوئے۔ ایرانیوں اور چینیوں اور مسلمانوں اور بدھ مذہب والوں میں مذہبی مباحثے ہونے لگے

اوگدائی کو ان جھگڑوں سے سخت نفرت تھی مگر طبیعت میں سختی نہ تھی۔ سادگی اتنی تھی کہ اس کی وجہ سے لوٹنے والوں کو خود ہی زک اٹھانی پڑتی۔ ایک دن ایک بدھ مت کا آدمی جو صرف تازی زبان جانتا تھا۔ خاقان کے پاس آیا اور کہا کہ چنگیز خاں نے خواب میں آکر مجھے حکم دیا ہے کہ جاؤ اور میرے فرزند سے کہو کہ وہ تمام مسلمانوں کو قتل کر ڈالے کیونکہ مسلمان بڑی بڑی قوم ہیں۔

یہ سب جانتے ہی تھے کہ چنگیز خاں نے مسلمانوں پر سختیاں کی تھیں اور اب خاں اعظم کے اس پیغام (فرمان) کا کہ مسلمان قتل کئے جائیں۔ ایک شخص کے خواب میں نافذ ہونا، نہایت غور طلب مسئلہ ہو جاتا۔ اوگدائی خان نے کچھ دیر غور کرنے کے بعد اس آدمی سے پوچھا۔

"کیا خواب میں خاقان آنجہانی نے کسی ترجمان کے ذریعے تمہیں حکم دیا تھا؟"
اس آدمی نے بڑی بے باکی سے جواب دیا نہیں حضور، خاقان نے مجھے خود فرمایا تھا۔ اس پر اوگدائی نے کہا تم مغلئی زبان جانتے ہو۔

خواب کا مدعی سوائے تازی زبان کے دوسری زبان نہ جانتا تھا۔ اس نے فوراً جواب دیا کہ میں مغلئی زبان نہیں جانتا۔ اس پر اوگدائی نے کہا تو بیشک تم نے ہمارے سامنے جھوٹ بولا کیونکہ چنگیز خاں صرف مغلئی زبان بولنی جانتے تھے اور کسی زبان میں بات نہ کر سکتے تھے۔ خاقان کو اس آدمی کے جھوٹ بولنے پر اس قدر غصہ آیا کہ اسے فوراً قتل کر دیا۔

ایک مرتبہ ختا کے چند بازی گر حضور انہوں نے پردے تان کر پتلیوں کا تماشا خان کو دکھانا شروع کیا ۔ ہر قوم ایک ایک فرد کی شکل میں پردے پر دکھاتے تھے ۔

انہوں نے ایک بڈھے کی شکل دکھائی کہ سر پر اس کے دستار ہے اور داڑھی بالکل سپید ہے اور گھوڑے کی دم میں اس بڈھے کو باندھ کر گھسیٹا جاتا ہے ۔

بازیگروں کے افسر نے عرض کیا کہ حضور یہ مسلمان ہے اور مسلمان قیدیوں کو مغل سپاہی یونہی گھسیٹتے ہوئے لے جاتے ہیں ۔

اوگدائی نے فوراً تماشا بند کرنے کا حکم دیا اور نوکروں کو اشارہ کیا کہ بغداد اور بخارا کے نفیس کپڑے اور جواہرات کی نادر چیزیں جس قدر ہوں حاضر کرو اور ختا کی جو چیزیں موجود ہوں وہ بھی لاؤ اور دونوں کو برابر رکھو ۔ جب سب چیزیں سامنے رکھی گئیں اوگدائی نے ان ختائیوں سے کہا :-

" تم نے دیکھا کہ تمہارے ملک کی چیزیں مسلمانوں کے ملکوں کی چیزوں سے کس قدر ادنیٰ ہیں ۔ ہمارے ملک میں محتاج سے محتاج مسلمان بھی ایسا نہیں ہے جس کے پاس ختا کے غلام نہ ہوں ۔ لیکن ختا کے کسی بڑے سے بڑے امیر کے یہاں بھی کوئی مسلمان غلام نہیں ہے ۔ چنگیز خانی یاسا کا بھی تمہیں علم ہوگا کہ اس میں مسلمان کے قاتل کو

چالیس اشرفیاں انعام[1] میں دیئے جانے کا حکم ہے اور ایک ختائی کے قاتل کا صلہ صرف ایک گدھا بیان ہوا ہے۔ پھر تم مسلمان کی توہین کیسے کر سکتے ہو۔ یہ کہہ کر خاں نے ختا کے بازیگروں کو اپنے سامنے سے نکلوا دیا۔

---

[1] مصنف نے یہاں لفظ انعام کا لکھا ہے۔ یعنی عبارت سوری تاریخوں میں اس لفظ کی جگہ خوں بہا یا دیت آیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مسلمان کے قاتل کو اپنی جان بچانے کے لیے چالیس اشرفیاں بطور دیت دینی پڑتی تھیں اور ایک ختائی کا قاتل صرف ایک گدھا دے کر سزا سے بچ سکتا تھا۔

ختم شد

(عالمگیر الیکٹرک پریس لاہور)

ہمارے ناول

ہیلہ	رئیس احمد جعفری	۷/-
فتح قسطنطنیہ	"	۵/-
اسلام کے ناز یورپ میں	"	۶/۵۰
شام رات سے رام وان تک	"	۶/۵۰
دبیلیں جنگیں	"	۵/-
منگول اور ان کا سردار	"	۵/-
ہلاکو خان	اسحاق یونس	۶/۵۰
مغل اعظم	"	۵/-۱۰
دارا شکوہ		۴/۵۰
ابلا	قیسی رامپوری	۴/۵۰
نجمی	"	۴/۵۰
رانی	"	۶/-
حسنا	"	۳/۷۵
چاند	ملکہ مسعودی	۶/۷۵
طوفان کی رات	اے حمید	۵/۵۰
دشمن	انتظار حسین	۵/۶۰
مہمان خانہ	"	۵/۰۰
دلہن	محمود ریاض	۵/-
زلیخا	"	۵/-
ابل	"	۵/-
بچھو	ابن افش	۲/۵۰
اختری بیگم	مرزا رسوا	۲/-
توبۃ النصوح	مولوی نذیر احمد دہلوی	۲/۵۰
مراۃ العروس	"	۲/۵۰
بنات النعش	"	۲/-

لاہور اکیڈمی۔ لاہور

ہماری دیگر کتابیں

اردوئے معلّی	غالب	۹/-
قواعد اردو	ڈاکٹر مولوی عبدالحق	۵/-
انتخاب کلام میر	"	۴/۵۰
خطبات مدراس	سید سلیمان ندوی	۳/-
رحمت عالم	"	۳/-
ڈراما		
رستم و سہراب	آغا حشر کاشمیری	۱/۵۰
نظمیں		
چاند نگر	ابن انشا	۳/-
چینی نظمیں	"	۳/-
چھوٹی باتیں		زیر طبع
پرچھائیاں	ساحر لدھیانوی	۱/۲۵
شہر آزر	مصطفیٰ زیدی	۳/۵۰
موج مری صدف صدف	"	۳/۵۰
کہانیاں		
اندھا کنواں	ابن انشا	۷/۵۰
لاکھوں کا شہر	بچوں کے لئے	۳/۵۰
بلو کا بستہ	ابن انشا	۱/-۱
پانی کی دنیا	ڈاکٹر مولوی عبدالحق	۱/۲۵
بیماری سے جنگ	"	۱/۲۵
سفر اور پیغام رسانی	"	۱/۲۵
تعمیری کارنامے	"	۱/۲۵

مکمل فہرست طلب کرنے پر

لاہور اکیڈمی۔ لاہور

مؤسسۂ فرینکلن کی چند مطبوعات

(مذہب، اسلامیات، تعلیم، سائنس، فلسفہ، تاریخ)

مؤسسۂ مطبوعاتِ فرینکلن غیر تجارتی ادارہ ہے۔ اس کا کام خود کتابیں چھاپنا اور فروخت کرنا نہیں۔ بلکہ یہ ادارہ اچھی انگریزی کتابوں کے اُردو تراجم شائع کرنے میں پاکستانی ناشرین کی مدد . . . کرتا ہے۔ یہ اشتہار اور فروخت کا انتظام بھی صرف معاون ناشرین کی حوصلہ افزائی اور فائدے کے لیے ہے کیونکہ اس طرح شائقینِ کتب کو بہ سہولت ایک ہی مرکز سے ہمارے سب معاون ناشروں کی کتابیں مل جاتی ہیں۔ اس فروخت کی پوری آمدنی آخرکار ناشروں ہی کو منتقل کر دی جاتی ہے۔

خدا ہمارے ساتھ ہے

تصنیف : اے۔ کریسی ماریسن

ترجمہ : مولانا صلاح الدین احمد

مشہور سائنس دان جولین ہکسلے نے ایک کتاب لکھی تھی "انسان کائنات میں تنہا ہے" یہ کتاب اُس کا مدلل جواب ہے جس میں ایک سائنس دان نے دوسرے سائنس دان کو بتایا ہے کہ خدا ہر دم انسان کے ساتھ ہے۔

صفحات ۲۰۲ قیمت : ایک روپیہ پچیس پیسے

اسلام۔ صراطِ مستقیم

تالیف : کینتھ مورگن

ترجمہ : غلام رسول مہر

مختلف اسلامی ممالک کے گیارہ علماء کے مقالات۔ ان میں قرآن، سنت،

شریعت، تصوف، تاریخ اور ثقافت کے علاوہ مسلمانوں کے موجودہ انفرادی واجتماعی مسائل پر عالمانہ تبصرے کیے گئے ہیں۔

صفحات ۵۹۴ قیمت : بارہ روپے

تصنیف : ڈینیل سی۔ ڈینیٹ

جزیہ اور اسلام

ترجمہ : غلام رسول مہر

یہ اپنی نوعیت کی پہلی کتاب ہے جس میں مستند تاریخی دستاویزوں کے حوالوں سے ابتدائی دورِ اسلام کے صحت مند اقتصادی نظام اور مفتوحین سے مسلمانوں کے منصفانہ برتاؤ پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ مضبوط جلد، خوبصورت ٹائپ کی طباعت۔

صفحات ۲۰۷ قیمت : دس روپے

تصنیف : مجید خدوری

اسلام اور قانونِ جنگ وصلح (طبع دوم)

ترجمہ : غلام رسول مہر

عراق کے مسیحی محقق ڈاکٹر مجید خدوری نے اس کتاب میں اسلام اور اس کے قانونِ جنگ وصلح پر اہلِ مغرب کے بعض الزامات کی پُرزور تردید کے علاوہ شریعتِ اسلامیہ پر صحیح رائے قائم کرنے میں ان کی رہنمائی کی ہے۔

صفحات ۴۱۶ قیمت : نو روپے

تصنیف : ہیرلڈ لیم

تاتاریوں کی یلغار

ترجمہ : عزیز احمد

وحشی تاتاری سواروں کی زندگی گھوڑوں کی پشت پر گزرتی تھی۔ یہ کتاب ان کی دلچسپ اور ولولہ انگیز تاریخ ہے۔ صفحات ۴۰۰ قیمت : بارہ روپے

مؤسسۂ مطبوعات فرینکلن، پوسٹ بکس ۳۶۹، لاہور

لڑکیاں جو نامور ہوئیں (طبع دوم)

تالیف : سارہ کے ۔ بولٹن

ترجمہ : اختر عزیز احمد

ترتیب و اضافہ : مولانا عبدالمجید سالک

دُنیا کی ان مشہور خواتین کے سوانح، جنھوں نے تعلیم، تیمارداری، فنونِ لطیفہ، ہوابازی، سائنس، سیاست اور زندگی کے دوسرے شعبوں میں نام پیدا کیا۔ اس کتاب کے بیس دس مشرقی نامور خواتین کے سوانح خاص طور پر لکھوائے گئے ہیں۔

صفحات ۲۲۰ قیمت : پانچ روپے

انسائیکلوپیڈیا یا تاریخِ عالم (تین جلدوں میں)

تالیف : ولیم ایل ۔ لینگر

ترجمہ و اضافہ : غلام رسول مہرؔ

اس مستند تالیف میں مختلف قوموں، ملکوں، تحریکوں وغیرہ کی مختصر مگر جامع تاریخ بہ سہولت مل سکتی ہے۔ جلد اول تاریخِ اسلام پر مشتمل ہے۔ متعدد نقشے اور خاکے۔

جلد اوّل صفحات ۴۴۶ قیمت : بارہ روپے

جلد دوم صفحات ۵۰۰ قیمت : بارہ روپے

جلد سوم صفحات ۵۰۵ قیمت : چودہ روپے

تاریخِ شام

تصنیف : فلپ کے ۔ حِتّی

ترجمہ : غلام رسول مہرؔ

صفحات ۵۹۱ قیمت : اکیس روپے

مؤسسۂ مطبوعاتِ فرینکلن، پوسٹ بکس ۳۶۹، لاہور

تاریخِ لبنان

تصنیف : فلپ کے۔ حتی
ترجمہ : غلام رسول مہر
صفحات ۵۰۴ قیمت : پندرہ روپے

سو تاریخی واقعات (طبع سوم، باتصویر)

تصنیف : ولیم اے۔ ڈیوِٹ
ترجمہ و اضافہ : غلام رسول مہر
بڑوں اور بچوں کے لیے تاریخ کے سو اہم واقعات کا مختصر مگر جامع مجموعہ
صفحات ۱۷۵ قیمت : سات روپے

عرب دُنیا (طبع دوم)

تصنیف : نجلاء عزّالدین
ترجمہ : ڈاکٹر محمود حسین
عالمِ دنیائے عرب کی سیاسی، ثقافتی اور معاشرتی تاریخ
صفحات ۴۲۰ قیمت : بارہ روپے

قسطنطنیہ

تصنیف : ہیرلڈ لیم
ترجمہ : غلام رسول مہر
اس کتاب میں قسطنطنیہ کے تاریخی شہر کی دل آویز تصویر کے علاوہ زوالِ روما سے عہدِ جسٹنین تک کی تاریخ بھی ہے۔ کتاب کا تیسرا حصہ (استنبول اور گرد و پیش کے مناظر) جو پچاس صفحوں پر پھیلا ہوا ہے، فاضل مترجم نے خود لکھا ہے۔
صفحات ۲۵۶ قیمت : آٹھ روپے

مؤسسۂ مطبوعاتِ فرینکلن، پوسٹ بکس ۳۶۹، لاہور

صلیبی جنگیں

تصنیف : انتھنی ویسٹ
ترجمہ : رئیس احمد جعفری
صفحات ۲۶۴ قیمت : چھ روپے

فتح قسطنطنیہ

تصنیف : برنرڈین کیلی
ترجمہ : رئیس احمد جعفری
صفحات ۲۷۲ قیمت : پانچ روپے

جنگ ــ میکیاولی سے ہٹلر تک

تصنیف : ایڈورڈ میڈ آرل
ترجمہ : بریگیڈیئر گلزار احمد

شاید ہی کوئی دوسری کتاب جدید جنگی مسائل پر ایسی دُوررس اور سیر حاصل بحث کرتی ہو جیسی اس کتاب میں جنگی داؤ پیچ کے بیس عظیم ترین ماہروں اور مورخوں نے پیش کی ہے۔ جنگ کے بے شمار شعبوں ...... نقل و حمل، حملہ و دفاع، اقتصادیات، سیاست، بری، بحری و ہوائی جنگ کی ہمہ گیر تصویر۔

صفحات ۳۶۷ قیمت : نو روپے

ایرانِ قدیم

تصنیف : اے۔ ٹی۔ اومسٹیڈ
ترجمہ : سید عابد علی عابد

اس کتاب میں واضح کیا گیا ہے کہ قدیم ایرانیوں کے مذہب، علوم و فنون، زبان، ادب، سنمیات وغیرہ کس طرح مختلف تہذیبوں کے امتزاج سے پیدا ہوئے۔

صفحات ۳۷۰ قیمت : پانچ روپے

★

مؤسسۂ مطبوعاتِ فرینکلن، پوسٹ بکس ۳۶۹، لاہور

تصنیف : ہنری ٹامس

ایڈیسن (طبع دوم، باتصویر)

ترجمہ : محمد سعید

دنیا کے سب سے بڑے موجد ٹامس ایلوا ایڈیسن کی زندگی اور اس کی ایجادات کے دلچسپ اور سبق آموز حالات۔

صفحات ۲۸۸ قیمت : تین روپے پچاس پیسے

تصنیف : ڈاکٹر پال ڈی۔ کرائف

چند عظیم علمائے جراثیم

ترجمہ : پروفیسر عبد المجید قریشی

اُن شہرۂ آفاق سائنس دانوں کے سوانح جنھوں نے جراثیم کے متعلق تحقیق کرکے اپنے آپ کو زندۂ جاوید بنا لیا۔ صفحات ۵۳۹ قیمت : دس روپے

تصنیف : ایس۔ سٹینز فیلڈ سارجنٹ

عظیم علمائے نفسیات

ترجمہ : پروفیسر عبد المجید قریشی

مغرب کے مشہور ماہرینِ نفسیات کے نظریات، انکشافات اور تجربات پر سیر حاصل بحث۔ صفحات ۶۰۰ قیمت : بارہ روپے

تالیف : سارہ کے۔ بولٹن

غریب لڑکے جو نامور ہوئے (طبع دوم)

ترجمہ : شاہد احمد دہلوی

ترتیب و اضافہ : مولانا عبد المجید سالک

مشرق و مغرب کی ان عظیم شخصیتوں کے حالاتِ زندگی جنھوں نے ناسازگار حالات کا مقابلہ کرکے اپنا ماحول خود پیدا کیا اور انسانیت کو فیض پہنچایا۔ اصل کتاب میں تیرہ مشرقی مشاہیر کے سوانح کا اضافہ کیا گیا ہے۔ صفحات ۲۵۶ قیمت : چھ روپے

مؤسسۂ مطبوعاتِ فرینکلن، پوسٹ بکس ۳۶۹، لاہور

اساتذہ کے لیے تحقیق کی روشنی

ہمارے مدارس اپنے نصابِ تعلیم سے طلبہ کو پورا فائدہ اسی صورت میں پہنچا سکتے ہیں کہ اساتذہ تدریسی فرائض انجام دینے کے پوری طرح اہل ہوں۔ یہ اہلیت اس طرح پیدا ہو سکتی ہے کہ ہمارے تدریسی پروگرام جدید ترین تدریسی تحقیق کے مطابق ہوں۔ تحقیقی کتابوں کا یہ سلسلہ اسی مقصد سے مرتّب کیا گیا ہے اور اس کی ترتیب و تہذیب میں ملک کے ماہرینِ تعلیم نے ہم سے تعاون کیا ہے۔

کتاب	مصنّف	مترجم
خدا داد ذہانت رکھنے والے بچے اور ان کی ابتدائی تعلیم	جیمز جے۔ گیلاگر	محمد ظہور الحق فاروقی
زیرِ نگرانی مطالعہ اور گھر کا کام	رُوتھ سٹرینگ	سید سجّاد ناظم زیدی
معاشرتی علوم کی تدریس	جوناتھن سی۔ مکلینڈن	انعام علی قریشی
خوش خطی کی تدریس	فرینک ای۔ فریمن	محمد ظہور الحق فاروقی
سمعی بصری آموزش	پال آر۔ وینٹ	ملکہ رضوی
کنڈر گارٹن کی تعلیم	الزبتھ ایم۔ فُلر	ملکہ رضوی
بچے کی شخصیّت اور اس کی ماحول سے مطابقت	رالف انجے۔ اوجیمان	سید نذر محمد بخاری
نوعمروں کی جُرم پسندی	ولیم سی۔ کوارے سیئس	ملکہ رضوی
تعلیم حاصل کرنے کا عمل	ولیم کلارک ٹرو	گل محمد جیکانی

مؤسّسۂ مطبوعاتِ فرینکلن، پوسٹ بکس ۳۲۹، لاہور

کتاب	مصنف	مترجم
ثانوی مدارس میں سائنس کی تدریس	جے ڈاریل برنارڈ	انعام علی قریشی
حساب کی تدریس	آر - ایل - مارٹن	گل محمد جکانی
ہائی سکول میں تدریسِ ریاضی	ہاورڈ ایف - فیہر	ممتاز علی جعفری
ابتدائی اور ثانوی مدارس میں گروہی کارروائیاں	لوئی ایم - سمتھ	محمد ظہور الحق فاروقی
تدریس کے لیے جماعتی تنظیم	جے ڈین رائٹ سٹون	سید نذر محمد بخاری
بچوں کی تدریس	ارنسٹ ہارن	سید سجاد ناظم زیدی
پڑھنا کیسے سکھایا جائے ؟	آرتھر گیٹس	سید نذر محمد بخاری
اجتماعی تعلقات	جین ڈی - گریبز	ملکہ رضوی
مضمون نویسی کی تدریس	ایلویناٹی - بروز	محمد ظہور الحق فاروقی
فوقانی مدرسے میں خواندگی	لیوسی - نے	سید نذر محمد بخاری
ابتدائی مدارس میں سائنس	جیرلڈ ایس - کریگ	ڈبلیو ایم - زکی
والدین اور اساتذہ میں رابطہ	اورنگ ڈبلیو - سٹاؤٹ	مرزا مقبول بیگ بدخشانی
طلبہ کی ترقی کا جائزہ اور اس کا کیفیت نامہ	جان ڈبلیو - ایم - روتھنی	پروفیسر فضل محمد

باتصویر، طباعت دیدہ زیب، کاغذ عمدہ، ہر کتاب کی قیمت ایک روپیہ پچاس پیسے

مؤسسۂ مطبوعاتِ فرینکلن

۹۲ فرنگ روڈ، پوسٹ بکس ۳۴۹، لاہور